ثقافت کی تلاش
نسیم حجازی

نسیم حجازی

قومی کتب خانہ

۱۹- فیروز پور روڈ، لاہور

ثقافت کی تلاش

مصنف .... نسیم حجازی

ناشر .... محمد احسن ہمایوں
برائے قومی کتب خانہ، لاہور

طابع .... محمد احسن ہمایوں

مطبع .... تعمیر پرنٹنگ پریس
۱۹۔ فیروز پور روڈ لاہور

تعداد .... تین ہزار (۳۰۰۰)

قیمت .... بارہ روپے -/۱۲

جون ۱۹۸۳ء

قومی کتب خانہ، ۱۹، فیروز پور روڈ ــــــ لاہور

پیش لفظ

"ثقافت کی تلاش" کے ابتدائی دو منظر سنہ ۱۹۵۶ء میں لکھے گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب نام نہاد ترقی پسندوں کا لشکر ثقافت کے محاذ سے پاکستان کی اخلاقی اور روحانی قدروں کے حصار پر دھاوا بول چکا تھا۔ وہ "عظیم فن کار" جو اس سے قبل ادب کے نام پر فحاشی کی تجارت کیا کرتے تھے، عوام کی بے اعتنائی سے مایوس ہو کر اب اپنے نحیف کندھوں پر "ثقافت" کی خدمت کا بوجھ اٹھا چکے تھے۔

ان کا نصب العین اب بھی وہی تھا، جو پہلے تھا صرف راستہ بدل لیا گیا تھا۔ اس دور کے سیاسی حالات کسی تشریح یا تبصرے کے محتاج نہیں۔ ہمارا ہر قدم پستی کی طرف اٹھ رہا تھا، لیکن اس کے باوجود یہ "فن کار" محسوس کرتے،

تھے کہ پاکستان کے ملی حصار پر اخلاقی اور روحانی قدروں کا وہ پہرہ موجود ہے جسے ہٹائے بغیر وہ اپنے لیے ایک سازگار ماحول پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اسی مہم کی تکمیل کے لیے ان زندہ دلوں نے قلم پھینک کر ڈھول اور طبلے اٹھا لیے تھے۔ یہ محض حادثہ نہیں تھا کہ اس مہم میں ہمارے ترقی پسندوں کو ملی اتحاد کے ان بدترین دشمنوں کی تائید حاصل تھی، جو علاقائی ثقافتوں کو علاقائی منافرتیں بیدار کرنے کا آسان ذریعہ سمجھتے تھے۔

ثقافت کی تلاش کو فنی اعتبار سے ڈرامے، کہانی یا ناول کی صنف میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۵۶ء میں راقم الحروف نے "ثقافت" کی حمایت میں بعض "فن کاروں" کا واویلا سن کر ایک قہقہہ لگایا تھا اور یہ قہقہہ اس قدر بے ساختہ تھا کہ اس کو ادب کی کسی خاص صنف کا نام دینا نامناسب معلوم ہوتا تھا۔ ثقافت اور کلچر کے الفاظ میں بظاہر کوئی ہنسی یا مذاق کی بات نہ تھی۔ میرے قہقہے کی وجہ صرف یہ تھی کہ جو "کولمبس" اور "واسکوڈی گاما" اپنے پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر "ثقافت" کی تلاش میں نکلے تھے، مجھے ان کی ذہنی کیفیت کا علم تھا۔

"ثقافت کی تلاش" کی پہلی قسط غالباً ۱۹۵۶ء کی سردیوں میں "تعمیرِ انسانیت" میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ "طویل اور مختصر" قہقہہ جسے ثقافت کے متلاشی انتہائی "رجعت پسندانہ" قرار دیں گے، قارئین کو اس قدر پسند آ جائے گا کہ وہ مجھ سے کامریڈ نمبر ۹ اور نمبر ۱ کی مکمل سرگزشت لکھنے کا مطالبہ

کریں گے۔ میں قریباً تین سال کے بعد یہ مطالبہ پورا کر رہا ہوں اور میرا مقصد ان دنوں کی یاد تازہ رکھنا ہے، جب کہ ہمارے ترقی پسند احباب طبلوں کی تھاپ اور گھنگھروؤں کی چھنا چھن کو اس نوزائیدہ مملکت کی بنیادیں ہلا دینے کے لیے کافی سمجھتے تھے۔

نسیم حجازی

ایبٹ آباد۔ مارچ ۱۹۵۹

پہلا منظر

ایک عالی شان مکان کے کشادہ کمرے میں "ترقی پسندوں" کا جلسہ ہو رہا ہے۔ میاں الف دین جنہیں اُن کے ساتھی کامریڈ الف کے نام سے پکارتے ہیں، کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہیں۔ حاضرین جلسہ کی تعداد ۱۲ ہے اور انہیں ناموں کی بجائے نمبروں سے پکارا جاتا ہے اور ہر شخص کے سینے پر ایک بلّہ لگا ہُوا ہے جس پر اُس کا نمبر درج ہے۔

کامریڈ الف: (اُٹھ کر) "دوستو اور ساتھیو! میں نے آپ کے اصرار پر اس جلسہ کی کاروائی میں حصہ لینے کے لئے چند منٹ نکالے ہیں۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہُوں کہ آج چائے پینے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے جلسے کی کارروائی فوراً شروع کر دی جائے میرا یہ مطلب نہیں کہ آج میرے گھر سے آپ کو چائے نہیں ملے گی۔ آپ کو چائے کے ساتھ کیک، پیسٹری اور کباب وغیرہ سب کچھ ملے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس جلسے کی کارروائی ختم کر کے آپ سے رخصت لُوں اور آپ اطمینان سے چائے نوش کریں ـــــ اب ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ ہمارے طریق کار میں کوئی ایسی خامی ضرور موجود ہے جسے دُور کئے بغیر ہم عوام کو اپنی طرف راغب نہیں کر سکتے۔ ہمیں اب یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیئے کہ پاکستان کے عوام کوئی ایسا عقیدہ قبول

کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے جو اپنی ظاہری صورت میں اسلام کے نظریات سے متصادم ہو۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے نعروں میں عوام کے لئے دلچسپی اور تفریح کا سامان پیدا کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اگر اسلام کے مقابلے میں کمیونزم کا نعرہ لگانے کی بجائے اسلام کا نام لے کر سادہ دل عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں تو یہ کام نسبتاً آسان ہوگا۔ مثلاً ہم عوام کو یہ سمجھا سکتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود ان کا یہ انسانی فرض ہے کہ وہ اپنی ثقافتی روایات کو زندہ رکھیں۔ ایک عام آدمی کے لئے ثقافت یا کلچر کا مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔ ہمارا اولین کام یہ ہونا چاہیئے کہ ثقافت یا کلچر کے نعرے عوام کے کانوں تک پہنچا دئے جائیں اور انہیں بار بار اس بات کا احساس دلایا جائے کہ یہ کوئی ایسی شے ہے جس کے بغیر ایک انسان انسان نہیں رہتا۔ مسلمان رقص سے نفرت کرتے ہیں لیکن تہذیب اور کلچر کی دہائی دے کر انہیں بآسانی گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان میں ایک ایسا فارغ البال طبقہ موجود ہے جو خوابوں کی جنت میں رہنا چاہتا ہے۔ یہ ہماری حماقت تھی کہ ہم ان بندگانِ عیش و نشاط کو بورژوا کہہ کر اس قدر چڑاتے رہے ہیں کہ وہ کمیونزم کو اپنے لیے ایک بڑا خطرہ سمجھ کر اسلام پسندوں کی پناہ میں چلے گئے ہیں۔

میں اس بات کا عملی تجربہ کر چکا ہوں کہ اگر ہم تدبر سے کام لیں تو اسلامی قدروں کی بیخ کنی کے لئے ایسے لوگوں کا تعاون ہر وقت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب روس نے کلچرل مشن کے نام سے چند سازندے اور رقاصائیں یہاں بھیجی تھیں تو اس طبقے سے تعلق رکھنے والے کمیونزم کے بدترین دشمن بھی ان کے تماشے دیکھنے کے لئے اگلی صف میں بیٹھنا پسند کرتے تھے۔ مسلمانوں نے گانے والوں اور ناچنے والیوں کے لئے ایسے الفاظ ایجاد کئے ہیں کہ ایک عام آدمی ان سے کراہت محسوس کرتا ہے لیکن اگر ایسے الفاظ کی جگہ اچھے الفاظ رائج

کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُنہیں اس قدر کراہت محسوس ہو۔ مثلاً ایک گرا ہوا انسان بھی اپنی بہو بیٹی یا بہن کے لئے رقاصہ کا لفظ سُننا پسند نہیں کرے گا۔ لیکن اگر اُسے آرٹسٹ کہہ دیا جائے تو اُسے پریشانی نہیں ہوگی۔ پھر اگر آپ کسی شریف زادہ کو یہ دعوت دیں کہ چلیئے صاحب آج فلاں جگہ ناچ دیکھ آئیں تو وہ لاحول ولاقوۃ پڑھ دے گا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ آج فلاں جگہ کلچرل شو ہے اور مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ آپ قومی ثقافت کی سرپرستی فرمائیں گے تو ممکن ہے کہ وہ بیس تیس روپے کا ٹکٹ خریدنے پر آمادہ ہو جائے۔

کامریڈ ۱ : جناب میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ آپ جن آسودہ حال لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ اگر ہر روز چوبیس گھنٹے رقص و سُرود کی محفلیں منعقد کریں تو بھی ہماری تحریک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ یہ لوگ اسلام کے ضابطۂ اخلاق سے منحرف ہو کر بھی کمیونزم قبول نہیں کریں گے۔ ہماری تحریک کا مقصد تو یہ ہے کہ عوام کو اُن کی غربت کا واسطہ دے کر ایسے لوگوں کے خلاف مشتعل کیا جائے۔

کامریڈ الف : تشریف رکھئے! میں نے ابھی بات ختم نہیں کی۔

کامریڈ ۳، ۶، ۱۱ : (یک زبان ہو کر) بیٹھ جاؤ! ورنہ تمہیں پارٹی سے نکال دیا جائے گا

کامریڈ ۱ : بددل سا ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

کامریڈ الف : آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو بیماری کسی قوم کے طبقۂ اعلیٰ میں شروع ہوتی ہے اُسے عوام تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔ ان لوگوں کو کلچر یا ثقافت، کی سرپرستی پر آمادہ کر کے ہم عوام میں یہ تاثر پیدا کر سکتے ہیں کہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے نام پر جو رقص و سُرود ہوتا ہے وہ اس ناچ گانے سے یقیناً مختلف ہے جسے اسلامی شعار کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ثقافت کی حمایت میں ہمارے نعرے ابتداً اس فارغ البال طبقے کو متاثر کریں گے جو کسی ضابطۂ اخلاق کی سختی کے ساتھ پابندی نہیں کرتا۔ اس کے بعد

عوام خود بخود ان کے پیچھے چل پڑیں گے۔

کامریڈ ا: معاف کیجئے! میں پھر خاموش نہیں رہ سکتا۔ آپ پرسوں یہ شکایت کر رہے تھے کہ ہم نسلی اور علاقائی عصبیتوں کو ابھار کر بھی عوام میں انتشار نہیں پیدا کر سکے۔ لیکن اب آپ خود ہی انہیں ثقافت اور کلچر کے نام پر متحد کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

کامریڈ الف: (جھنجلا کر) کامریڈ! اگر تم روس میں ایسی لغویات کہتے تو تمہیں یقیناً سائبیریا بھیج دیا جاتا۔ میں ان خواص اور عوام کو کمیونزم کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی تہذیب کے خلاف متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔

کامریڈ ا: لیکن آپ ہی تو کہا کرتے ہیں کہ پاکستان کے اندر عوام کے اتحاد کی ہر بنیاد یہاں کمیونزم کے مستقبل کے لئے خطرناک ہے۔

کامریڈ الف: تم نرے بدھو ہو۔ بہر حال میں تمہیں یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ جب پاکستان کے عوام کو کلچر اور ثقافت کا بخار چڑھے گا تو ہم اپنے ترکش سے نئے تیر نکالیں گے۔ ہم یہ نعرہ لگائیں گے کہ پاکستان میں ہر خطے اور ہر علاقے، ہر قبیلے اور ہر نسل کے انسانوں کی ثقافت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لئے ہم انہیں ایک قومی وحدت میں جذب کرنے کی ہر کوشش کو ان کے جداگانہ کلچر، تہذیب اور ثقافت پر حملہ تصور کرتے ہیں۔ ہم مختلف خطوں میں بسنے والے قبیلوں اور برادریوں کو یہ سمجھائیں گے کہ تمہارے لوک ناچ دوسرے قبیلوں اور برادریوں سے مختلف ہیں۔ اور یہ لوک ناچ تمہاری علیحدہ علیحدہ ثقافتوں کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اگر تم ایک قومی وحدت میں جذب ہو گئے تو یہ قیمتی سرمایہ جس سے تمہاری انفرادیت قائم ہے ضائع ہو جائے گا۔ ہم نسلیت اور علاقائیت کے نام پر پاکستان کی وحدت کا شیرازہ منتشر کرنے میں ناکام رہے ہیں اور یہ اس لئے کہ اسلام کا نعرہ ابھی تک عوام کے لئے زیادہ دلکشی کا سامان رکھتا ہے لیکن جب یہ لوگ رقص اور موسیقی کے دلدادہ بن جائیں گے تو چند برس کے اندر اندر

عیاشی، فحاشی، ذہنی انتشار اور اخلاقی بے راہ روی کا ایک ایسا سیلاب اُٹھے گا جو اسلام پسندوں کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ جب اسلام کا نام آتا ہے تو عوام اپنے نسلی، علاقائی اور ثقافتی اختلافات بھول کر ایک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلامی قدروں کی بیخ کنی کے بعد ہم عوام کو اُن کی جداگانہ ثقافتوں کا واسطہ دے کر علاقائی عصبیتوں کو پوری شدت کے ساتھ بیدار کر سکیں گے۔

(حاضرین تالیاں بجاتے ہیں)

کامریڈ ۱: جناب! میں اپنی گستاخی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ اب آپ کی بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم نے یہ مہم پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی کیوں نہ شروع کردی۔

کامریڈ ۹: (کامریڈ الف سے مخاطب ہو کر) جناب! جہاں تک گانے کا تعلق ہے یہ مسئلہ تو ریڈیو والوں نے حل کر دیا ہے۔ گزشتہ چند برس میں انہوں نے کم و بیش ہر بچے کو فلمی گانے حفظ کرا دئے ہیں۔ لیکن یہ ناچ کا معاملہ مجھے پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگوں کو اس کی طرف مائل کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

کامریڈ الف: میں ناچ گانے کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ لوگوں کو اس طرف راغب کرنا نہایت ضروری ہے۔ تمہیں یہ چاہیئے کہ تم دیہات میں جاؤ۔ ثقافتی میلے لگاؤ اور لوک ناچ اور لوک گیت کی تبلیغ کرو۔ اگر عوام ناچنے یا گانے میں جھجک محسوس کریں تو تم خود ناچو اور گاؤ اور لوگوں کو یہ سمجھاؤ کہ یہ ناچ اور راگ تمہاری آزادی کی رُوح ہیں۔ تم ان لوگوں کے خطرناک عزائم کا مقابلہ کرو جو قومی وحدت کا نام لے کر تمہاری جداگانہ تہذیب اور کلچر کا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں۔

کامریڈ ۱: جناب! اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے

آج ہی بھنگڑا اور لُڈی کی مشق شروع کر دینی چاہیئے۔

کامریڈ ۹ : اس کے لئے مشق کی کیا ضرورت ہے۔ بھنگڑا اور لُڈی تو آپ دو دن میں سیکھ سکتے ہیں۔

کامریڈ الف : نہیں نہیں! تمہیں لوگوں کو بتانا ہے کہ یہ مقدس ناچ صدیوں کی محنت کا ماحصل ہیں۔ تمہارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ تم ان میں جدتیں پیدا کرو اور عوام کو یہ سمجھاؤ کہ یہ ہے تمہاری وہ قدیم تہذیب اور ثقافت جو غیروں کی غلامی کے باعث تباہ ہو گئی تھی۔ اب تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو پہلے اسے زندہ کرو۔ رفیقو اور ساتھیو! میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ اب اُٹھو اور اس مُلک کے چپّے چپّے میں پھیل جاؤ اور ثقافت کے نام پر ایک ایسا طوفان کھڑا کر دو جس کی تند و تیز لہریں اس مُلک کی تمام رُوحانی اور اخلاقی قدریں بہالے جائیں۔ اِس عظیم مہم کے لئے تمہیں ضروری ساز و سامان یعنی ڈھول، چمٹے، بانسریاں اور گھنگھرو وغیرہ پارٹی کے دفتر سے مہیا کئے جائیں گے۔

دوسرا منظر

(کامریڈ ۹ اور کامریڈ ۱۰ ایک سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں۔ کامریڈ ۹ آگے ہے اور اُس کی سائیکل کے پیچھے ایک چھوٹی سی ڈھول اور آگے ہینڈل کے ساتھ کوئی اڑھائی تین فٹ لمبا چمٹا بندھا ہوا ہے۔ کامریڈ ۱۰ کی سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ بانسریاں اور گھنگھرو لٹک رہے ہیں اور پیچھے ایک ہارمونیم بندھا ہوا ہے)

(کامریڈ ۹ اچانک سائیکل روک کر نیچے اُترتا ہے اور اپنے ساتھی کو رُکنے کا اشارہ کرتا ہے۔

کامریڈ ۱۰ : (سائیکل سے اُتر کر) کیا بات ہے؟

کامریڈ ۹ : ادھر دیکھو! دو کتے ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ خدا کے لئے یہ گھنگھرو اُتار کر جیب میں ڈال لو!

۱۰ : میری جیبیں پہلے ہی بھری ہوئی ہیں۔ لیکن تمہیں یہ کیسے خیال آیا کہ کتوں کو ان گھنگھرؤں کی آواز تمہارے چمٹے کی کھڑکھڑاہٹ سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔

۹ : کاش! میری جیب اتنی بڑی ہوتی کہ یہ چمٹا اس کے اندر سما جاتا۔ آج جو کچھ ہم پر بیتی ہے اس کے بعد میں کامریڈ الف کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اگر وہ ہمیں ایک ٹوٹی پھوٹی کار دے دیتا تو کونسی قیامت آجاتی۔

عـ۱۰ : میں نے کار کے لئے کہا تھا لیکن وہ کہتا تھا کہ تم کام کے لئے جا رہے ہو یا پکنک کے لئے (دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) دیکھو وہ گاؤں بالکل قریب ہے۔ میرے خیال میں ہمیں آگے جانے کی بجائے وہیں قسمت آزمائی کرنی چاہیئے۔

عـ۹ : لیکن بھائی صاحب! اس راستے پر سائیکل کون چلائے گا۔

عـ۱۰ : ہم پیدل چلیں گے۔

(کامریڈ عـ۹ اور عـ۱۰ سڑک سے اتر کر گندم کے کھیتوں کے درمیان ایک پتلی سی پگ ڈنڈی پر چل پڑتے ہیں۔ اس پگ ڈنڈی کے ساتھ بہتے ہوئے پانی کی ایک چھوٹی سی نالی ہے)

عـ۱۰ : میرے خیال میں ہم یہاں سائیکل چلا سکتے ہیں

عـ۹ : میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔

(دونوں اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک کماد کے کھیت کے قریب پہنچ کر یہ پگڈنڈی اچانک دائیں ہاتھ مڑتی ہے اور کامریڈ عـ۱۰ مڑتے وقت اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ اس کی سائیکل پانی کی نالی میں اور وہ خود کماد کی باڑ میں جا گرتا ہے)

عـ۹ : (اپنی سائیکل سے اتر کر اپنے ساتھی کی سائیکل اٹھاتے ہوئے) خدا کا شکر ہے کہ تم بھیگنے سے بچ گئے۔ یار کمال کیا تم نے۔ میرا خیال تھا کہ تم پانی میں گرو گے۔ واللہ خوب قلابازی کھائی۔

عـ۱۰ : بیوقوف! تم یہ سمجھتے ہو کہ پانی کی بجائے کانٹوں میں گرنا میرے لئے زیادہ پُرلطف ہے؟

عـ۹ : ارے تم خفا ہو گئے۔ میں نے تو تمہاری قلابازی کی داد دی تھی۔ میں حیران ہوں کہ پانی کی یہ چھوٹی سی نالی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں جا کر ختم ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم بہت جلد کسی نہر یا دریا کے کنارے پہنچنے والے ہیں۔

(کماد کے کھیت کے کونے سے آواز سنائی دیتی ہے) بھئی! یہ نہر یا دریا کا پانی

نہیں یہ کنوئیں کا پانی ہے۔

(دونوں کامریڈ پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ کماد کے کھیت کے کونے سے ایک دیہاتی جو گنا چوس رہا ہے نمودار ہوتا ہے)

دیہاتی: باؤجی! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میرا کماد تو پہلے ہی اُجڑ چکا ہے۔

کامریڈ ۱۰: (اپنے آپ کو کانٹوں کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے) یہاں ہم تمہارا کھیت اُجاڑنے نہیں آئے۔ خدا نے تم لوگوں کو اتنی سمجھ بھی تو نہیں دی کہ اتنے تنگ راستے کے ساتھ نالی کھودنا اور پھر اُس کے ساتھ باڑ لگانا ایک شریف آدمی کے لئے کتنا تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔

دیہاتی: یہ راستہ شریف آدمیوں کے چلنے کے لئے ہے، سائیکل دوڑانے کے لئے نہیں۔

کامریڈ ۹: بھائی صاحب! ہم آپ کا گاؤں دیکھنے آئے ہیں۔

دیہاتی: (آگے بڑھ کر سائیکلوں پر لدے ہوئے ساز و سامان کا جائزہ لینے کے بعد) اوہو! تمہیں غلطی لگی ہے۔ میلہ ہمارے گاؤں میں نہیں، دوسرے گاؤں میں ہوتا ہے اور اُس میں ابھی پانچ دن باقی ہیں۔ آپ بہت پہلے آ گئے۔

کامریڈ ۹: میاں! ہم میلے کے لئے نہیں آئے۔

دیہاتی: (سائیکل پر لدی ہوئی ڈھول پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) تو پھر آپ کس لئے آئے ہیں؟

کامریڈ ۹: اپنے دیہاتی بھائیوں کی خدمت کے لئے۔

۱۰: (آگے بڑھ کر اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) ہمیں کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں ہم بیٹھ کر اطمینان سے تمہارے ساتھ باتیں کر سکیں۔

دیہاتی: چلئے! ہمارا رہٹ بالکل ساتھ ہے۔

کامریڈ ۱۰: تو یہ رہٹ کا پانی ہے جسے صدیوں سے ہماری تہذیب، ثقافت اور تمدن میں ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

دیہاتی: (پریشان ہوکر) میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

ع ۹: میرے بھولے کامریڈ! تمہاری سادگی کے قربان جاؤں۔ تمہاری نگاہوں کے سامنے جہالت کے پردے لٹک رہے ہیں۔ تمہاری بے سمجھی نے تمہارا یہ حال کر دیا ہے کہ تم ابھی تک سماج میں اپنا صحیح مقام نہیں دیکھ سکے۔ تمہارا لباس، تمہاری گفت گو اور تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تم ابھی تک تہذیب کی دوڑ میں صدیوں پیچھے ہو۔ عظیم باپ کی قسم! مجھے تمہارے حال پر رونا آتا ہے۔

کامریڈ ن ۱: کامریڈ تم وقت ضائع کر رہے ہو، چلو!

(دیہاتی کی رہنمائی میں گندم اور برسین کے چند کھیت عبور کرنے کے بعد یہ لوگ ایک رہٹ پر پہنچتے ہیں۔ ایک نوعمر لڑکا گاڈی پر بیٹھا رہٹ میں جتے ہوئے بیلوں کو ہانک رہا ہے۔ ایک طرف ایک بوسیدہ سی کھاٹ پڑی ہوئی ہے اور پاس ہی ایک حقہ پڑا ہوا ہے۔ حقے کے قریب ایک چھوٹے سے گڑھے میں چند اُپلے سُلگ رہے ہیں۔ کامریڈ ع ۹ اور ن ۱ اپنی سائیکلیں ایک شیشم کے درخت کے ساتھ کھڑی کر کے کھاٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ دیہاتی درخت کی ایک شاخ کے ساتھ لٹکی ہوئی تھیلی سے تماکو نکالتا ہے اور جلدی جلدی چلم بھر کر اپنے مہمانوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ دونوں کامریڈ پریشانی اور تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

دیہاتی: تم حقّہ نہیں پیتے؟

ن ۱: کیوں نہیں۔ رہٹ کے بعد ہماری تہذیب کا یہ دوسرا نشان ہے (جلدی سے حُقّے کی نَے منہ سے لگا کر پوری قوت سے کش لگاتا ہے اور پھر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا کر کچھ دیر کھانسنے کے بعد دیہاتی کی طرف متوجہ ہوتا ہے) کامریڈ! یہ تو ٹھرّے سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اگر تم رُوس میں کسی پارٹی ممبر سے ایسا مذاق کرتے تو تمہیں یقیناً سائبیریا بھیج دیا جاتا۔

دیہاتی : (پریشان ہوکر) میں نے چلم میں خالص دیسی تمباکو ڈالا تھا (کامریڈ ۹ کی طرف متوجہ ہوکر) بھئی! تم بھی دیکھو۔

کامریڈ ۹ : نہیں بھائی! مجھے صرف پانی پلادو۔

دیہاتی : پانی کی یہاں کیا کمی ہے۔

۹ : پھر ایک گلاس لے آؤنا!

دیہاتی : یہاں گلاس کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے ہاتھ کس لئے دئے ہیں۔

کامریڈ ۹ : بادلِ ناخواستہ اُٹھ کر پانی کی دھار کے قریب بیٹھ جاتا ہے۔ ہاتھوں سے پانی پینے کی کوشش میں اُس کے کوٹ کا کالر بھیگ جاتا ہے۔

دیہاتی : (قہقہہ لگاتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے تم بالکل شہری ہو۔ تمہیں ہاتھوں سے پانی پینا بھی نہیں آتا۔

کامریڈ ۱ : میاں! تمہارا نام کیا ہے؟

دیہاتی : میرا نام امام دین ہے۔

کامریڈ ۱ : یہ رہٹ تمہارا ہے؟

امام دین : نہیں، اِس میں اور بھی حصّے دار ہیں۔ ہم باری باری اپنے کھیتوں کو پانی دے لیتے ہیں۔ آج میری باری تھی۔

کامریڈ ۱ : وہ لڑکا کون ہے؟

دیہاتی : وہ میرا بیٹا فتح دین ہے۔

(کامریڈ ۹ پانی پینے کے بعد پھر کھاٹ پر بیٹھ جاتا ہے)

کامریڈ ۱ : اچھا بھائی امام دین! یہ بتاؤ کہ تمہاری ثقافت کیا ہے؟

امام دین : وہ کیا ہوتی ہے؟

کامریڈ ۹ : (برہم ہوکر) یار! تم عجیب آدمی ہو، ابھی تک یہ سمجھ رہے ہو کہ شہر کے کسی

کافی ہاؤس میں بیٹھے ہوتے ہو۔ اس بھولے آدمی سے سیدھی بات کرو (دیہاتی کی طرف متوجہ ہو کر) بھائی! ہم تمہارے لوک ناچ دیکھنے اور لوک گیت سننے آئے ہیں۔ تم ناچنا اور گانا جانتے ہو نا؟

امام دین: دیکھو جی! اپنی عزت اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے، منہ سنبھال کر بات کرو، تمہیں ہر ایک کو اپنی طرح ڈوم نہیں سمجھنا چاہیئے۔

کامریڈ نمبر۱: میاں امام دین! تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے، ہم تو تمہاری خدمت کے لئے آئے ہیں۔ ہم ڈوم نہیں۔

امام دین: (سائیکلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مجھے معلوم ہے تم کیا ہو، اب مذاق نہ کرو۔ کچھ سناؤ!

کامریڈ نمبر۱: میاں امام دین! ہم تم سے سیکھنے آئے ہیں۔ تمہیں ناچ اور گانے کے الفاظ سُن کر چڑنا نہیں چاہیئے۔ یہ فن ہماری تہذیب اور ثقافت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر تم ناچنا گانا نہیں جانتے تو یہ کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔ دنیا میں کوئی قوم اپنی ثقافت کی حفاظت کئے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔

امام دین: اگر "سخافت" سے تمہارا مطلب ناچنا اور گانا ہے تو تمہیں جھنڈو ڈوم کے پاس جانا چاہیئے۔

کامریڈ نمبر۹: بھئی "سخافت" نہیں ثقافت۔ یہ لفظ اچھی طرح یاد کر لو!

کامریڈ نمبر۱: اچھا بھائی امام دین! ہم یہ جانتے ہیں کہ تمہیں ناچ گانا پسند نہیں لیکن تمہارے گاؤں میں ایسے آدمی اور ایسی عورتیں ضرور ہوں گی جنہیں اس فن کے ساتھ تھوڑی بہت دلچسپی ہو۔

دیہاتی: واہ بھئی! تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم جھنڈو ڈوم کی تلاش میں آئے ہو۔

کامریڈ نمبر۹: ہمیں معلوم نہیں جھنڈو ڈوم کہاں ہے۔ لیکن اگر اُس نے اپنے گھر میں ہماری

قومی ثقافت کو پناہ دے رکھی ہے یعنی وہ ناچنا اور گانا جانتا ہے تو ہم اُس سے ضرور
ملیں گے۔

امام دین : وہ بہت اچھا گاتا تھا۔ لیکن پچھلے سال پنچایت نے اُسے گاؤں سے نکال دیا
تھا۔

کامریڈ ۹ : اگر پنچایت نے اُسے صرف اس لئے نکالا ہے کہ وہ اچھا گاتا تھا تو ہم اُس کا یہ جرم
کبھی نہیں معاف کریں گے۔

امام دین : پنچایت نے اُسے گانے کی وجہ سے نہیں نکالا تھا بلکہ اِس کی وجہ کچھ اور تھی۔

کامریڈ نمبر ۱ : کیا وجہ تھی ؟

امام دین : میں نہیں بتاؤں گا۔

کامریڈ ۹ : وہ کیوں ؟

امام دین : اِس لئے کہ ایسی باتیں ظاہر کرنے سے ہمارے گاؤں کی بے عزّتی ہوتی ہے۔

کامریڈ ۱ : اچھا تم نہیں بتاؤ گے تو ہم کسی اور سے پوچھ لیں گے۔

امام دین : (دل برداشتہ ہو کر) اچھا میں بتا دیتا ہوں۔ بات یہ تھی کہ جھنڈو کی لڑکی ناچنے
لگ گئی تھی۔

کامریڈ نمبر ۱ : اور تم اِس بات پر خوش ہو کہ تمہاری پنچایت نے اُسے گاؤں سے نکال دیا ؟

امام دین : تم مجھے بے غیرت سمجھتے ہو ؟

کامریڈ ۹ : نہیں ! نہیں بابا ہم تمہیں بے غیرت نہیں سمجھتے۔ ہم حیران ہیں کہ تم جھنڈو کا راگ
پسند کرتے تھے لیکن تمہیں جھنڈو کی لڑکی کا ناچ ناپسند تھا۔ حالانکہ یہ دونوں ایک
جیسے آرٹسٹ ہیں۔

امام دین : جھنڈو آدمیوں کے سامنے گایا کرتا تھا اور جب تک اُس کی لڑکی بھی بیاہ شادی کے
موقعوں پر صرف گاؤں کی عورتوں کے سامنے ناچا اور گایا کرتی تھی۔ ہمارے لئے

پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک دفعہ جھنڈو چند دن کے لیئے اپنے کسی رشتہ دار کے پاس شہر چلا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں اُس کی لڑکی نے شاید سنیما دیکھ لیا تھا۔ وہ کوئی دو ماہ کے بعد واپس آئے تو لڑکی کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ہم پڑوس کے گاؤں میں میلہ دیکھنے گئے تو جھنڈو کی لڑکی کمال بے حیائی سے وہاں ہزاروں آدمیوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

کامریڈ منا : اور تم نے اِس بات پر اُسے گاؤں سے نکال دیا۔ تم نے ٹیکسلا، ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تہذیب کا آخری چراغ بجھا دیا۔ تاریکی اور جہالت کے بیٹو خدا تمہارے حال پر رحم کرے، تمہیں کب اس بات کا احساس ہوگا کہ یہ دُنیا کبھی تمہارے اسلاف کے نغموں سے آباد تھی اور ہزاروں سال قبل جب باقی دنیا تہذیب کے لفظ سے ناآشنا تھی، موہنجوداڑو کی بیٹیاں اپنے پائل کی جھنکار سے دریائے سندھ کے پُرسکون پانی میں تموّج پیدا کر دیا کرتی تھیں۔

امام دین : بھائی! کبھی کبھی تم پاگلوں جیسی باتیں کرنے لگ جاتے ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

کامریڈ منا : تمہاری ناسمجھی کا اِس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم ابھی تک اپنی ثقافت سے ناواقف ہو۔ انگریزوں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی نے تمہارے ذہن کے تمام روشندان بند کر دیئے ہیں۔ اب ہم تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ تم آزاد ہو۔ لیکن اگر تمہاری رجعت پسندی کا یہی حال رہا تو تمہاری یہ آزادی بھی خطرے میں ہے۔ آخر یہ فطری تقاضے کب تک دبے رہیں گے اور تم کب تک گھُٹ گھُٹ کر جان دو گے۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم نے اپنی زندگی میں خوشی کا کوئی دن نہیں دیکھا۔ اگر تم سال بھر میں صرف ایک دن جی بھر کر ناچ سکتے تو باقی سارا سال تمہارے چہرے پر تازگی رہتی۔ تمہارے دشمنوں نے تمہیں لڈی اور بھنگڑا جیسے صحت بخش ناچ سے بھی نفرت کرنا سکھا دیا ہے اور تم اپنی رجعت پسندی پر فخر کرتے ہو؟ خدا کے لیئے یہ بتاؤ کہ وہ جھنڈو

غریب کہاں گیا۔ ہم کسی دن اُس کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے کو قومی یادگار بنائیں گے۔
وہاں دُنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹ پھول چڑھایا کریں گے۔
کامریڈ ۹: وہ مظلوم جھنڈو جس کے سینے میں تمہاری آزادی کے نغمے مچلتے تھے کسی دن اس گاؤں کا سب سے بڑا ہیرو سمجھا جائے گا۔ مجھے اس مغموم فضا میں کامریڈ جھنڈو کی آہیں سُنائی دیتی ہیں۔
کامریڈ ۱: میں اس ہوا میں اُس کی لڑکی کے گھنگھروؤں کی جھنکار سُن رہا ہوں۔ خدا کے لئے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟
امام دین: بھئی! وہ شہر چلے گئے ہیں اور اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
میں نے سُنا ہے کہ وہاں اُن کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔
کامریڈ ۹: اچھا میاں امام دین! اب ہم اپنے مطلب کی بات کرتے ہیں۔ اس علاقے کا عام ناچ بھنگڑا ہے نا؟
امام دین: (برہم ہوکر) نہیں! ہمارے گاؤں میں بھنگڑا ڈالنے والوں کو شریف آدمی نہیں سمجھا جاتا۔
کامریڈ ۱: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے گاؤں کے لوگ سارا دن کیا کرتے ہیں؟
امام دین: کون سے موسم میں؟
کامریڈ ۱: تم مختلف موسموں میں کام کرتے ہو؟
امام دین: ہاں! تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔
کامریڈ ۱: پہلے اس موسم کے متعلق بتاؤ!
امام دین: اس موسم میں سبز چارہ کاٹنے اور اُسے کتر کر مویشیوں کو ڈالنے کے علاوہ یا تو کسی دن کماد کاٹ کر گڑ بناتے ہیں۔ یا گندم، برسین، سینجی اور کماد کے کھیتوں میں پانی دیتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ہم کماد کی نئی فصل بونے کے لئے کھیتوں میں

ہل چلانا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد گرمیوں میں مکئی اور چاول کی کاشت ہو گی۔ برسات میں ہمارا کام ذرا کم ہوتا ہے لیکن اس کے بعد گندم بونے کا زمانہ آجاتا ہے اور ہمیں دو اڑھائی مہینے رات کے تین تین بجے اُٹھ اُٹھ کر ہل چلانا پڑتا ہے۔ ہم گندم بو کر فارغ ہوتے ہیں تو پھر سردیوں کا موسم آجاتا ہے۔

کامریڈ نمبر ۱ : اِن کے علاوہ تمہیں اور کیا کام ہوتا ہے ؟

امام دین : اور ہزاروں کام ہوتے ہیں۔ کبھی ہمیں اپنا غلہ سکھانا پڑتا ہے۔ کبھی ہم خراس پر آٹا پیستے ہیں۔ کبھی کھاٹوں کے لیئے بان اور مویشیوں کے لئے رسّے بناتے ہیں۔ برسات میں کوئی کوٹھا گر پڑتا ہے تو وہ بنانا پڑتا ہے۔

کامریڈ نمبر ۹ : یہ بتاؤ کہ تم دن رات میں کتنے گھنٹے سوتے ہو ؟

امام دین : بھئی ہمارے پاس گھڑیاں نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی جب ہمیں کماد کاٹ کر گُڑ بنانا پڑتا ہے یا کھیتوں کو پانی دینا پڑتا ہے تو ہم ساری رات نہیں سوتے۔ لیکن بارش کے دنوں میں ہمارے لئے مویشیوں کو چارہ ڈالنے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا اور ہم دن کے وقت جی بھر کر سو لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم سردیوں میں آدھی آدھی رات تک الاؤ کے گرد بیٹھ کر گپیں لگاتے ہیں۔

کامریڈ نمبر ۹ : اچھا بھئی ! یہ بتاؤ تمہیں کوئی ساز بجانا آتا ہے ؟

امام دین : (مذبذب سا ہو کر) میں کبھی کبھی الگوجا بجالیا کرتا ہوں۔

(کامریڈ نمبر ۹ اور نمبر ۱ کی آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھتی ہیں)

کامریڈ نمبر ۱ : تو پھر خدا کے لئے ہمیں الگوجا بجا کر سناؤ !

امام دین : الگوجا رات کے پچھلے پہر بجایا جاتا ہے۔

(کامریڈ نمبر ۹ اپنی جیب سے قلم اور نوٹ بک نکال کر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے)

کامریڈ نمبر ۱ : (امام دین سے) اچھا بھائی ! یہ بتاؤ کہ جب تم الگوجا بجاتے ہو تو تمہارے

گھر والوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے ؟

امام دین : (ہنستے ہوئے) الگوجا گھر میں نہیں بجایا جاتا۔ وہ گھر سے باہر نکل کر کھیتوں میں بجایا جاتا ہے۔

کامریڈ نمبر ۱ : (اپنے ساتھی سے) کامریڈ ! یہ بھی نوٹ کر لو کہ اس علاقے کے نوجوان رات کے تیسرے پہر کھیتوں میں جا کر الگوجے بجاتے ہیں اور ان کے دلکش سُروں سے کائنات میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے اور گھروں میں نوجوان لڑکیاں اپنے دلوں میں دھڑکنیں محسوس کرتی ہیں۔

امام دین : (برہم ہو کر) کوئی شریفوں والی بات کرو۔ گاؤں کے نوجوان کھیتوں میں الگوجے بجانے کے لئے نہیں جاتے۔ وہ ہل چلانے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی ہل چلاتے چلاتے اپنی جیب سے الگوجا نکال کر بجانا شروع کر دیتا ہے۔

کامریڈ نمبر ۱ : اچھا تو یہ بتاؤ کہ لڑکیاں اور عورتیں اُس وقت کیا کرتی ہیں ؟

امام دین : وہ پچھلے پہر اُٹھ کر لسّی بلوتی ہیں، نماز پڑھتی ہیں، اپنی بھینسوں اور گایوں کا دُودھ دوہتی ہیں، جھاڑو دیتی ہیں۔ پھر اس قسم کے کاموں سے فارغ ہو کر کھانا پکانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ پھر اگر کپاس کا موسم ہو تو کپاس چُننے چلی جاتی ہیں۔

کامریڈ نمبر ۹ : یہ عجیب بات ہے کہ میں نے اُنہیں ہر فلم میں ناچتے اور گاتے ہوئے دیکھا ہے۔ بھلا میاں امام دین ! یہ بتاؤ جب دو عورتیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے کے بعد اُچھل اُچھل کر ایک گول دائرے میں تھرکنا شروع کر دیتی ہیں تو وہ ناچ ہوتا ہے یا نہیں ؟

امام دین : (بگڑ کر) ابے ! وہ ناچ نہیں ہوتا۔ اُسے کیکلی کہتے ہیں اور وہ عورتیں نہیں چھوٹی عمر کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔

کامریڈ نمبر ۱ : لیکن گاؤں کی عورتیں گاتی ضرور ہیں۔

امام دین : جب عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر چرخہ کاتتی ہیں تو وہ دبی زبان میں کچھ گاتی ہیں۔

کامریڈ ۹ : خدا کے لئے یہ بتاؤ کہ وہ گاتی کیا ہیں ؟

امام دین : یہ شاید اُنہیں خود بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مرد عام طور سے ایسے موقعوں پر گھروں سے باہر ہوتے ہیں اور اگر کبھی وہ گھر پر موجود ہوں تو اُن کی آواز اتنی مدھم ہو جاتی ہے کہ بڑی مشکل سے سنائی دیتی ہے۔

کامریڈ ۹ : خدا کامریڈ الف دین کو ہمت دے۔ کسی دن ہم اُن کے سینوں کے اندر یہ دبے ہوئے نغمے لاوڈ سپیکروں پر سُنا کریں گے۔

امام دین : (پریشان ہوکر) الف دین کون ہے ؟

کامریڈ ۹ : تم اُسے نہیں جانتے لیکن کسی دن اُسے تمہاری بیٹیاں بہت بڑا محسن سمجھیں گی۔

امام دین : (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے) تمہارے الف دین کی ایسی تیسی۔ منہ سنبھال کر بات کرو ورنہ جوتے مار مار کر سر گنجا کر دوں گا۔

(فتح دین گاڑی سے چھلانگ لگا کر بھاگتا ہوا اُن کے قریب آتا ہے)

فتح دین : میاں جی! کیا بات ہے ؟

کامریڈ ۹ : (گھبراہٹ کی حالت میں) کچھ نہیں بھائی! تمہارے ابا جان یوں ہی خفا ہو گئے۔

امام دین : میں نے تمہاری باتیں صرف اس لئے برداشت کی ہیں کہ تمہارا کام یہی ہے لیکن ہم بھانڈوں کو بھی اِس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس طرح کی واہیات باتیں کریں۔

کامریڈ ۹ : خدا کی قسم! ہم بھانڈ نہیں ہیں۔ ہم دونوں شریف آدمیوں کے بیٹے ہیں۔ میں بی۔ اے ہوں اور یہ ایم۔ اے پاس ہیں۔

امام دین : میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں (فتح دین کی طرف متوجہ ہو کر) فتح دین! تم

جا کر ان کے لئے کھانا لے آؤ!

(فتح دین بھاگتا ہوا گاؤں کی طرف چلا جاتا ہے اور امام دین حقّہ اُٹھا کر دو تین کش لگانے کے بعد رہٹ میں جُتے ہوئے بیل ہانکنے لگتا ہے)

(رہٹ سے تھوڑی دُور چند مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ ایک نوجوان لڑکی آتی ہے اور گوبر اُٹھا کر اُپلے تھاپنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ بے خیالی کے عالم میں وہ کچھ گنگنانا شروع کر دیتی ہے)۔

کامریڈ ۹ اپنی نوٹ بک اور قلم لئے اُٹھتا ہے اور دبے پاؤں لڑکی کے پیچھے جا کھڑا ہوتا ہے۔ لڑکی کا گیت سُننے کی کوشش میں وہ آگے جھکتے جھکتے اپنا کان بالکل اُس کے قریب لے جاتا ہے، لڑکی گاتی ہے:

کالی ڈانگ میرے ویر دی

جِتھے وج دی بدّل وانگ گجدی

(۹ گھبرا کر پیچھے ہٹتا ہے تو اس کا ایک پاؤں تازہ گوبر کے اُپلے پر جا لگتا ہے۔ وہ پاؤں جھاڑتا ہے اور لڑکی چونک کر پیچھے دیکھتی ہے)

لڑکی: (بلند آواز سے) چچا امام دین! چچا امام دین!!

امام دین: (بھاگتے ہوئے) ٹھہر جا بدمعاش!

کامریڈ ۱۰: (بھاگ کر امام دین کا بازو پکڑتے ہوئے) چچا امام دین! خدا کے لئے ٹھہرو! اِس لڑکی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ گا رہی تھی اور میرا ساتھی اُس کا راگ نوٹ کرنے گیا تھا ہم شہر سے یہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں کہ اس علاقے کے لوگ کیا گاتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم شریف آدمی ہیں۔

(امام دین رُک جاتا ہے لیکن اس عرصہ میں لڑکی کی چیخ پکار سُن کر آس پاس کے کھیتوں سے کئی اور آدمی نکل آتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں درانتی، کسی کے ہاتھ میں

ڈنڈا ہے۔ کامریڈ ۹ بھاگ کر امام دین کے پاس آجاتا ہے)۔

کامریڈ ع۹ : چچا امام دین! خدا کے لئے ان آدمیوں کو روکو۔ خدا کی قسم! میں صرف یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ کیا گاتی ہے۔

(امام دین چند قدم آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے پوری قوت سے چلاتا ہے) ٹھہرو! ٹھہرو!! ان غریبوں کو کچھ نہ کہو۔ خدا کی قسم! یہ بہروپیئے ہیں۔ یہ لڑکی انہیں دیکھ کر یونہی ڈر گئی ہے۔

لوگوں کی چیخ پکار اچانک قہقہوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(کامریڈ ع۱ جھکتا ہوا آگے بڑھتا ہے)

کامریڈ ع۱ : بھائیو! ہم بہروپیئے نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم بہروپیئے ہیں۔

لڑکی : (ع۹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس لوٹے نے مجھے ڈرایا تھا۔

ایک دیہاتی : بدمعاش! جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ورنہ جوتے مار مار کر تمہارا سر گنجا کر دیں گے۔

کامریڈ ع۱ : ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تمہارے گاؤں میں بہروپیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ چلو کامریڈ!

(کامریڈ ع۹ اور ع۱ بھاگ کر اپنی سائیکلیں اٹھا لیتے ہیں)

وقفہ

کامریڈ ع۹ اور ع۱ سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں۔

ع۹ : دوست! خدا نے آج ہماری جان بچائی ہے۔ تمہیں معلوم ہے وہ لڑکی کیا گا رہی تھی؟

ع۱ : کیا گا رہی تھی؟

ع۹ : وہ گا رہی تھی "کالی ڈانگ میرے ویر دی۔ جیتے وجدی بدل وانگ گج دی" یعنی

میرے بھائی کی لاٹھی کا رنگ سیاہ ہے اور اس کی ضرب سے بادل کی سی گرج سنائی دیتی ہے۔

ع ۱ : خدا غارت کرے اس رجعت پسندی کو۔ یہ لوگ کبھی ہمارے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ہم نے سارا دن خوار ہونے کے بعد ایک دیہاتی لڑکی کا گیت سنا اور وہ بھی بھائی کی لاٹھی کے متعلق۔

ع ۹ : خدا کا شکر ہے کہ آج مجھے اِس سیاہ لاٹھی والے بھائی سے متعارف ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

ع ۱ : میں سوچ رہا ہوں کہ ہم کامریڈ الف دین کو اپنی کارگزاری کی کیا رپورٹ پیش کریں گے۔

ع ۹ : خدا کا شکر کرو کہ یہ لوگ ہمیں پکڑ کر تھانے نہیں لے گئے۔ ورنہ کامریڈ الف ہماری ضمانت دینے کے لئے بھی نہ آتا۔

ع ۱ : یار، میں نے دیہاتی ثقافت کے متعلق رسالوں میں کئی تصویریں دیکھی ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سب غلط ہوں۔ خاص کر دیہاتی لڑکیوں کے ناچ کی وہ تصویر جو اُس دن میں نے تمہیں بھی دکھائی تھی۔

ع ۹ : یہ سب دھوکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تصویر شہر کے کسی سٹوڈیو میں تیار کی گئی تھی اور دیہاتی ثقافت کے ان دلکش مناظر کا بھی حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا جو ہم آج تک فلموں میں دیکھتے رہے ہیں۔ وہاں عورتیں پانی بھرنے کے لئے کنوئیں پر جاتی ہیں تو ناچتی اور گاتی ہیں۔ پھر آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مرد ملامت کرنے کی بجائے اُٹھ اُٹھ کر انہیں دیکھتے ہیں اور اُن کی سُر کے ساتھ سُر ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فلمی کہانیوں میں گاؤں کی بہترین گانے والی ہیروئن اور بہترین گانے والا ہیرو ہوتا ہے۔ ہم کامریڈ الف دین سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہمیں خوار کرنے کی بجائے ان لوگوں کو فلمیں دکھانے کا بندوبست کرے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر فلم بینی کا شوق عام ہو جائے تو وہ لڑکی جو " کالی ڈانگ میرے ویر دی "

کے سوا کچھ نہیں جانتی چند برس کے اندر اندر چچا امام دین کے سامنے ہی "میرے جوبن کی دیکھو بہار جی" گانے میں جھجک محسوس نہیں کرے گی۔

ع۱ : (سائیکل روک کر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) ٹھہرو!

ع۹ : (اپنی سائیکل کو بریک لگاتے ہوئے) کیا ہے؟

ع۱ : (بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) اُدھر دیکھو! ہم نے جو کچھ دیہات کے متعلق سُنا تھا وہ سب کا سب غلط نہیں تھا۔

(کامریڈ ع۹ بائیں ہاتھ ایک کھیت میں چار لڑکیاں دیکھتا ہے)

ع۹ : یار! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں نے ایسا بے ہنگم ناچ کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے جھکنے اور کھڑے ہونے میں کوئی ہم آہنگی نہیں۔ پھر ایک کا رُخ ایک طرف ہے تو دوسری کا کسی اور طرف۔

ع۱ : اگر کالی لاٹھی کا ڈر نہ ہوتا تو میں یقیناً قریب جا کر دیکھتا۔ یہ کوئی نہایت پیچیدہ ناچ ہے۔ اس کی بے ربطی میں بھی مجھے ایک ربط دکھائی دیتا ہے۔

ع۹ : (سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) دیکھو! وہ ایک آدمی آ رہا ہے، اُس سے پوچھتے ہیں۔

ع۱ : لیکن ذرا محتاط ہو کر بات کرنا۔ اُس کے ہاتھ میں لاٹھی بھی ہے۔

کامریڈ ع۹ اور ع۱ سڑک کے ایک طرف سائیکلیں کھڑی کر کے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ دیہاتی قریب آتا ہے۔

کامریڈ ع۹ : بھائی صاحب! ذرا بات سُننا!

دیہاتی : (اُن کی طرف بڑھتے ہوئے) بابو جی! کیا ہے؟

ع۹ : (کھیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ عورتیں کیا کر رہی ہیں؟

دیہاتی : وہ ساگ توڑ رہی ہیں۔

ع۹ : ہم سمجھے تھے کہ ..... ؟

ع۱۰ : شٹ اپ یو ایڈیٹ !

دیہاتی : (آنکھیں نکالتے ہوئے) تم نے کیا سمجھا تھا ؟

ع۱۰ : کچھ نہیں پہلوان جی! کچھ نہیں! میرے ساتھی کی نظر کمزور ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ عورتیں نہیں مرد ہیں۔

دیہاتی : (ہمدردی سے) اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ہمارے گاؤں کے مولوی جی کے پاس خالص ممیرے کا سُرمہ ہے۔ بس ایک سلائی لگاتے ہی تمہارے ساتھی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

ع۱۰ : (بدحواس ہوکر) پہلوان جی! اس وقت ہمیں کام ہے۔ پھر سہی۔

دیہاتی : تمہاری مرضی۔ (چلا جاتا ہے)۔

ع۹ : (ع۱۰ سے) یہاں سے نکلو! ان پس ماندہ دیہات میں ثقافت نہیں۔ صرف اُپلے ساگ، کالی ڈانگ اور ممیرے کا سُرمہ ہے (اُٹھ کر اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے)۔

ع۱۰ : بھئی ٹھہرو! پہلے اطمینان سے بیٹھ کر پروگرام بنالیں۔ پھر آگے چلیں گے۔

ع۹ : میرا خیال ہے کہ ہمارا پروگرام ختم ہو چکا ہے۔

ع۱۰ : یار! مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اتنے بزدل ہو ؟

ع۹ : میں بُزدل نہیں ہُوں

ع۱۰ : اگر تم بزدل نہیں ہو تو بھاگ کیوں رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ ہمیں گزشتہ واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ (ع۹ اپنی سائیکل کھڑی کر کے بیٹھ جاتا ہے)۔

تیسرا منظر

(کامریڈ ۹ اور کامریڈ ۱۰ ایک کچی سڑک پر سائیکل چلا رہے ہیں)

کامریڈ ۹ : بھئی ہم نے پکی سڑک چھوڑ کر بہت غلطی کی ہے۔ خدا کے لئے اب بھی واپس چلو۔

کامریڈ ۱۰ : ذرا ہمّت سے کام لو میرے دوست ! ہم پکی سڑک پر چل کر دیہاتی ثقافت کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اس دُشوار گزار راستے پر چند میل چلنے کے بعد ماضی کی ان سرحدوں میں داخل ہو جائیں گے جس کی آغوش میں ہر ملک کی قدیم ثقافت کے کھنڈر دفن ہیں۔ اگر ہمیں کوئی اور کامیابی نہ ہوئی تو کم از کم ڈائری کے لئے اچھا خاصا مواد مل جائے گا۔

کامریڈ ۹ : بھائی صاحب ! اگر اس لڑکی کے "کالی ٹانگ" والے بھائی کے ساتھ ملاقات ہو جاتی تو ڈائری کے مواد کے متعلق تمہاری ساری حسرتیں پوری ہو جاتیں۔ آخر یہ سڑک کب ختم ہو گی۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔

(کہیں سے گانے کی آواز سنائی دیتی ہے اور کامریڈ ۱۰ سائیکل سے اُتر پڑتا ہے)

کامریڈ ۹ : کیوں جی ! پنکچر ہو گئی نا سائیکل ؟

کامریڈ ۱۰ : نہیں یار ! سنو کوئی گا رہا ہے۔

کامریڈ ۹ : (سائیکل سے اُترتے ہوئے) ارے! یہ تو کوئی وارث شاہ کی ہیر پڑھ رہا ہے۔
میرا خیال ہے وہ کماد کے کھیت کی پرلی طرف ہو گا۔

کامریڈ ۱۰ : چلو اس سے مُلاقات کرتے ہیں۔

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ سڑک سے اُتر کر کماد کے کھیت کے کنارے چل پڑتے ہیں۔ دوسری طرف چند کھیتوں میں مویشی چر رہے ہیں اور ایک نوجوان پیال کے ایک چھوٹے سے ڈھیر پر بیٹھا ہیر وارث شاہ پڑھ رہا ہے۔ نوجوان کے بائیں ہاتھ ایک غیر معمولی سائز کا دیسی جُوتا پڑا ہوا ہے۔ کامریڈ کچھ دیر نوجوان سے آٹھ دس قدم دُور کھڑے رہتے ہیں اور پھر اپنی سائیکلیں کھڑی کر کے دبے پاؤں اُس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ دیہاتی پہلے رُک رُک کر دو مصرعے پڑھتا ہے اور پھر بلند آواز سے پُورا شعر گانا شروع کر دیتا ہے ؎

چڑھیا ماہ بسیا کھ تے ہیر حتّی رانجھے یار دے باجھ حیران ہوئی
زاری روندی تے پلّے پاوندی اے جیوندی جان لبّاں اُتّے آن ہوئی

(جب دو تین منٹ کی کوشش کے بعد ایک شعر ختم کرتا ہے تو کامریڈ حضرات تالی بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ نوجوان بدحواس ہو کر اُن کی طرف دیکھتا ہے اور کتاب بند کر دیتا ہے)

کامریڈ ۱۰ : گھبرانے کی کوئی بات نہیں میرے دوست! ہمیں تمہاری دلکش آواز یہاں کھینچ لائی ہے۔

کامریڈ ۹ : میرے رانجھے! میرے مہینوال! میرے پُنّوں! اور میرے ڈھول بادشاہ! میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس علاقے سے سرسوں کے تمام پھول توڑ کر تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دُوں۔ تم گا رہے تھے اور مَیں یہ محسوس کر رہا تھا کہ پریوں کے جُھنڈ تمہارے گرد رقص کر رہے ہیں۔ خدا کے لئے یہ کتاب بند نہ کرو۔ گاؤ اور پُورے زور سے گاؤ!

دیہاتی : (سراسیمگی کی حالت میں) تم کون ہو؟

کامریڈ ۹ : میرے دوست ! ہم تمہارے لئے اجنبی ہیں لیکن تم ہمارے لئے اجنبی نہیں ہو۔ ہم تمہارے دل کی دھڑکنوں سے واقف ہیں۔ ہم اُس تڑپ سے آشنا ہیں جس نے تمہیں اس دشت کی تنہائی میں ہیر وارث شاہ پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر یہ تصور کر رہے تھے کہ تم میاں رانجھا ہو اور وہ اَلھڑ دوشیزہ جسے تم اپنی ہیر سمجھتے ہو تمہارے نغمے سُن کر کسی گندم، سرسوں یا کماد کے کھیت سے نکلے گی اور دبے پاؤں تمہارے قریب پہنچ کر پیچھے سے دونوں ہاتھ تمہاری آنکھوں پر رکھ دے گی اور یہ کہے گی بتاؤ میں کون ہوں اور تم یہ محسوس کرو گے کہ آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ کر تمہاری جھولی میں آگرے ہیں میرے دوست ! ہم سے کوئی بات مت چھپاؤ۔ ہمیں ان درختوں کے جھنڈ میں لے چلو، جہاں پہلی بار تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ ہمیں اُس کھیت میں لے چلو جہاں تم نے بھنگڑا ناچ دکھا کر اُس روحِ ثقافت کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ ہم اُس کھیت کی مٹی اُٹھا کر چاروں طرف بکھیر دیں گے۔ تاکہ اُس ملک کے گوشے گوشے سے ثقافت کے چشمے پھوٹ نکلیں۔

کامریڈ ۱۰ : (۹ سے مخاطب ہو کر) تم پہلوان جی سے کتاب لے کر یہ شعر نقل کر لو اور مجھے اس کا مطلب بتاؤ۔

کامریڈ ۹ : (کتاب لے کر شعر نقل کرنے کے بعد) کامریڈ ! اس کا مطلب یہ ہے کہ بیساکھ کے مہینے میں رانجھے کی جُدائی کے باعث ہیر کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ وہ زار و قطار روتی تھی۔ اور اُس کی جان لبوں پر آ چکی تھی۔

کامریڈ ۱۰ : (نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر) پہلوان جی ! تمہیں معلوم ہے کہ خاص طور پر بیساکھ کے مہینے میں ہیر کے جاں بلب ہونے کی کیا وجہ تھی ؟

دیہاتی : پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو ؟

کامریڈ ۱۰ : پہلوان جی ! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم بھی تمہاری طرح کامریڈ رانجھا کے پجاری ہیں۔ تم آج سے ہمیں اپنے دُکھ درد میں شریک سمجھو۔ تمہیں شروع سے لے کر

آخر تک اتنی ضخیم کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وارث شاہ نے اس ایک ہی شعر میں اس زمانے کا اہم ترین مسئلہ حل کر دیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ بیساکھ کے مہینے میں بیساکھی کا میلہ لگتا ہے؟

کامریڈ ۹ : (دبی زبان میں نمبر ۱ سے مخاطب ہو کر) بھئی خدا کے لئے ہر جگہ اپنے آپ کو بے وقوف ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بیساکھی کے میلے کا اس شعر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کامریڈ ۱۰ : دیکھو بھائی! مجھے بار بار ٹوکنے کی کوشش نہ کرو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بیساکھ کے مہینے کی اہم ترین چیز بیساکھی کا میلہ ہوتا ہے۔ اس علاقے کا کوئی سلیم العقل آدمی بیساکھی کے میلے کو بیساکھ سے جدا نہیں کر سکتا۔ میں پہلوان جی کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ بیساکھ کے مہینے میں انسان کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے اور زندگی کی وہ امنگیں جو موسم سرما میں دبی رہتی ہیں، پوری شدت کے ساتھ جاگ اٹھتی ہیں۔ بیساکھی کے میلے پر بانکے ترچھے چوڑے چکلے دیہاتی جوان اپنے دبے ہوئے جذبات کے اظہار کے لئے بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ اس شعر کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہیر ایک دن چوری چھپے بیساکھی کے میلے میں پہنچ جاتی ہے۔ وہاں اس کے گاؤں کے نوجوان بھنگڑا ڈال رہے ہیں لیکن رانجھا وہاں موجود نہیں اور اگر وہ وہاں موجود ہے تو وقتی مصلحتیں اسے کھلے بندوں اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اسے افشائے راز کا خوف ہے۔ اسے ہیر کے چچاؤں، ماموؤں یا بھائیوں کی ناراضی کا ڈر ہے جو زبان کی بجائے لاٹھیوں کے ساتھ ہمکلام ہوتے ہیں۔ رانجھا ایک طرف الگ تھلگ بیٹھا ہے۔ اس کے رگ و پے میں بجلیاں دوڑ رہی ہیں۔ ہیر اسے چھپ چھپ کر دیکھتی ہے اور اس کی مجبوری اور بے بسی کے احساس سے اس کا جی بھر آتا ہے۔ وارث شاہ نے صرف ایک ہیر اور ایک رانجھے کا قصہ بیان کیا ہے لیکن آج کتنی ہیریں

اور کتنے رانجھے ہیں جن کے حوصلے اور ولولے بیساکھ کے مہینے میں بھی گھُٹ کر رہ جاتے ہیں۔ پہلوان جی! تم اپنی ہی طرف دیکھو۔ کیا یہ ٹریجڈی نہیں کہ تم جیسا خوبصورت نوجوان جس پر اس ملک کی ثقافت کا جھنڈا بلند کرنے کی اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جس کا جسم قدرت نے ناچنے اور تھرکنے کے لئے بنایا ہے ایک لُٹے ہوئے مسافر کی طرح پیال کے ڈھیر پر بیٹھا ہے۔ تم گانا چاہتے ہو اور تمہارے پھیپھڑے اتنے توانا ہیں کہ تمہاری آواز میلوں تک جا سکتی ہے۔ لیکن تم لوگوں کی نگاہوں سے چھُپ چھُپ کر اپنے ارمان نکالتے ہو۔ تم ناچنا چاہتے ہو اور تمہارا ناچ درختوں کو وجد میں لا سکتا ہے۔ لیکن رجعت پسندی نے تمہارے پاؤں جکڑ دئے ہیں۔ مجھے جواب دو پہلوان جی اس سے زیادہ المناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم کو جیتے جی رجعت پسندی کے قبرستان کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔ میرے مظلوم بھائی! تمہارے جسم کے پٹھے فولاد کی طرح سخت ہیں لیکن تمہارا ذہن بیمار ہے۔ تم وہ شیر ہو جسے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہے خدا کے لئے رجعت پسندی کے اس پنجرے کی سلاخیں توڑ دو۔ ناچو تاکہ کائنات کو وجد آ جائے۔ گاؤ تاکہ دھرتی کے سینے سے نغموں کا سیلاب پھُوٹ نکلے۔ کامریڈ! ہم تمہارے لئے نئی زندگی کا پیغام لائے ہیں۔

دیہاتی: (اپنے جُوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تم نے یہ دیکھا ہے؟

کامریڈ عنا: پہلوان جی! معاف کیجئے مجھے آتے ہی اس کی تعریف میں کچھ کہنا چاہیئے تھا۔ یہ دیسی جُوتا ہماری دیہاتی ثقافت کا ایک اہم نشان ہے۔ میرے خیال میں بھنگڑا ناچ کے دو ہی تو لوازمات ہیں۔ ایک ڈھول اور ایک یہ جُوتا۔ لیکن آپ یہ جُوتا پہن کر چل سکتے ہیں؟ یہ کچھ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ذرا اپنے پاؤں دکھا دیجئے۔

دیہاتی: تمہیں میرے پاؤں دیکھنے کی بجائے اپنے سر کی فکر کرنی چاہیئے۔

۹: (عنا کے کان میں) کامریڈ! معاملہ بگڑ گیا ہے۔ اس کی کلائیاں تمہاری رانوں سے زیادہ

موٹی ہیں۔ اور اُس کے ہاتھ میں یہ جُوتا اُس لڑکی کے بھائی کی کالی ڈانگ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

دیہاتی: اسے کیا سمجھا رہے ہو؟

۹: پہلوان جی! میں نے اپنے ساتھی سے یہ کہا ہے کہ اب دیر ہوگئی ہے اور ہمیں پہلوان جی کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

دیہاتی: ارے میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تم مجھے گالیاں دے رہے تھے؟

۱۰: نہیں پہلوان جی! میرا ساتھی آپ کی تعریف کر رہا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا کہ آپ اس جنگل کے ٹارزن ہیں اور آپ کے ہاتھ اتنے طاقتور ہیں کہ ہاتھی سے مقابلہ آن پڑے تو آپ اُس کی سُونڈ مروڑ ڈالیں۔ جنگل کے چھوٹے موٹے جانوروں کو تو آپ اس جُوتے سے مار ڈالتے ہوں گے۔

دیہاتی: (قدرے مطمئن ہوکر) ٹارزن کون ہے؟

۱۰: پہلوان جی! مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ٹارزن کی فلم نہیں دیکھی۔ ٹارزن کی کہانی یہ ہے کہ وہ بچپن سے افریقہ کے بندروں اور دوسرے جانوروں کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ تمام جانوروں کی بولیاں سیکھ جاتا ہے۔ بڑا ہوکر وہ شیروں، چیتوں اور دُوسرے درندوں کے ساتھ لڑتا ہے۔ اگر کوئی بڑا خطرہ پیش آتا ہے تو وہ عجیب وغریب آوازیں نکال کر ہاتھیوں کو مدد کے لئے بُلاتا ہے۔ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اگر اُسے یہ جُوتا دکھا دیا جائے تو وہ جنگل چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

دیہاتی: تم ہیر اور رانجھا کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ تم گاؤں کی لڑکیوں کے سامنے بھنگڑا ڈالنے کے متعلق بکواس کر رہے تھے۔

۹: واہ پہلوان جی! آپ کتنے سادہ دل ہیں۔ ہم مذاق کر رہے تھے اور آپ غصے میں آگئے۔ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ ہم بہروپیے ہیں۔ ہم کلاونت کا بھیس بدل

کر آئے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو اُٹھ کر دیکھئے سائیکلوں پر ہمارا سامان لدا ہُوا ہے۔

(دیہاتی اُٹھ کر سائیکلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اچانک اُس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے اور وہ ہنسنا شروع کر دیتا ہے۔ کامریڈ بھی ایک کھوکھلا قہقہہ لگاتے ہیں دیہاتی اچانک سنجیدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

دیہاتی : تم کس بات پر ہنس رہے تھے ؟

۹ : (اپنے ساتھی سے) کامریڈ ! خدا کے لئے اب کوئی اور حماقت نہ کر بیٹھنا۔

۱۰ : (دیہاتی کی طرف متوجہ ہو کر) پہلوان جی ! ہم پہلی بار شہر سے باہر نکلے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ دیہاتی لوگ کس بات پر خوش اور کس بات پر ناراض ہوتے ہیں۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ہم ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں۔

دیہاتی : اچھا پوچھو۔

کامریڈ ۱۰ : اِس علاقے میں بھنگڑا ناچ نہیں ہوتا ؟

دیہاتی : کبھی کبھی کسی گاؤں کے نوجوان چوری چھپے ناچ لیتے ہیں لیکن لوگ پسند نہیں کرتے۔

کامریڈ ۱۰ : آپ کا مطلب ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں چھپ کر ناچتے ہیں۔

دیہاتی : نہیں ! نہیں !! بھنگڑا ناچ گھروں میں نہیں ہوتا۔

۱۰ : تو پھر کہاں ہوتا ہے ؟

دیہاتی : باہر کسی کھیت میں اور وہ بھی عام طور پر رات کے وقت۔ لیکن جس گاؤں میں چوہدری شریف ہو وہاں کھیتوں میں بھی کوئی شخص بھنگڑا ڈالنے کی جُرأت نہیں کرتا۔

کامریڈ ۱۰ : پہلوان جی ! آپ اُسے شریف کہتے ہیں۔ ہم اُسے رجعت پسند کہتے ہیں۔ اچھا آپ یہ بتائیے کہ بھنگڑا ناچ کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟ میرے خیال میں جو شخص بھنگڑے کا انتظام کرتا ہو گا وہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو اس قسم کے دعوت نامے بھیجتا ہو گا کہ فلاں جگہ فلاں تاریخ فلاں وقت بھنگڑا ڈالنے کا مقابلہ ہو گا۔ اس

لئے آپ کی تشریف آوری بہت ضروری ہے۔

دیہاتی : (ہنس کر) تم پھر میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔

کامریڈ نمبر۱ : نہیں پہلوان جی! ہم مذاق نہیں کرتے۔ ہم صرف اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں

دیہاتی : بھنگڑے کے شوقین صرف ڈھول کی آواز سُن کر جمع ہو جاتے ہیں۔ خاص کر میلوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص ڈھول بجاتا ہے اور بھنگڑے کے شوقین لنگوٹے کس کر ڈھول کی تال پر اُس کے گرد ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔

کامریڈ نمبر۹ : یعنی آپ کا مطلب ہے کہ یہ دعوت ڈھول کے ذریعے دی جاتی ہے۔

دیہاتی : ہاں!

کامریڈ نمبر۹ : یعنی لوگوں کے کسی مجمعے کے سامنے جب بھنگڑے کی تال پر ڈھول بجایا جائے گا تو بھنگڑا ڈالنے والے خود بخود لنگوٹے کس کر میدان میں آ جائیں گے۔

کامریڈ نمبر۱ : یار! میں نے فلم میں جو بھنگڑا دیکھا تھا وہ تو تہبند کے ساتھ تھا۔ پہلوان جی کی بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بھنگڑا بہت ماڈرن ہے۔

کامریڈ نمبر۹ : اچھا پہلوان جی! ہم اب آپ سے اجازت لیتے ہیں۔

دیہاتی : تم کہاں جا رہے ہو؟

کامریڈ نمبر۹ : پہلوان جی! اب میں آپ کو سچّی بات بتاتا ہوں۔ آج ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہم کسی جگہ دیہاتی لوگوں کا بھنگڑا دیکھیں۔ اگر آپ کسی ایسے گاؤں کا پتہ دے دیں جس کا چودھری رجعت پسند، میرا مطلب ہے کہ شریف نہ ہو اور جہاں ڈھول کی آواز پر چند منچلے جمع ہو سکتے ہوں تو ہم آپ کے بہت شکر گزار ہوں گے۔

دیہاتی : یہاں آس پاس کوئی ایسا گاؤں نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تمہاری مُراد لنڈا کوٹ میں پوری ہو سکتی ہے۔

کامریڈ نمبر۱ : لنڈا کوٹ کہاں ہے پہلوان جی؟

دیہاتی : لنڈا کوٹ یہاں سے کوئی چھ میل دُور ہے۔ سڑک پر کوئی پانچ میل چلنے کے بعد تمہارے راستے میں ایک نہر آئے گی۔ نہر کا پُل عبور کرنے کے بعد دائیں ہاتھ مُڑ جاؤ۔ پٹڑی پر کوئی آدھ میل چلنے کے بعد تمہیں اپنے بائیں ہاتھ جو پہلا گاؤں دکھائی دے گا وہ لنڈا کوٹ ہے۔

چوتھا منظر

(نہر کے پُل کے قریب چائے اور سگرٹوں کی ایک دکان کے سامنے چند آدمی ٹوٹی پھوٹی کرسیوں اور لکڑی کے ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پاس ہی سڑک کے کنارے چند تانگے کھڑے ہیں۔ کامریڈ ۹ اور ۱۰ دوکان سے تھوڑی دُور سائیکل روک کر اُتر پڑتے ہیں)۔

کامریڈ ۹ : دیکھو کامریڈ! اگر تم نے اِن لوگوں کے ساتھ ثقافت کا مسئلہ چھیڑ دیا تو میں بھاگ جاؤں گا۔ ہمیں اِن لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں کہ ہم لنڈا کوٹ جا رہے ہیں۔ مجھ سے اب سائیکل پر نہیں بیٹھا جاتا۔ میں اپنی سائیکل اس دُکان پر چھوڑ کر پیدل چلونگا۔

کامریڈ ۱۰ : سائیکل تو میں بھی یہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن ڈھول کون اُٹھائے گا۔ لنڈا کوٹ میں ڈھول کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

کامریڈ ۹ : بھائی ڈھول مَیں اُٹھالوں گا۔ اب خدا کرے اس دوکان سے ذرا اچھی چائے مل جائے اور ہم تازہ دم ہو جائیں۔

کامریڈ ۱۰ : یار میرا تو کافی پینے کو جی چاہتا ہے۔

کامریڈ ۹ : واہ بھائی! تمہارا خیال ہے کہ تم لاہور کی مال روڈ پر پھر رہے ہو؟

کامریڈ ۱۰: مجھے یقین ہے کہ کافی مل جائے گی۔

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ دوکان کے سامنے سائیکلیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ دوکان دار اور دوسرے لوگ دُور ہی سے اُن کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں)۔

۹: (دبی زبان میں) کامریڈ ۱۰ مجھے ان لوگوں کی مسکراہٹ قطعاً پسند نہیں۔

۱۰: (دوکان دار سے) بھئی ہمیں کافی کی ضرورت ہے۔

دوکاندار: جی کیا کہا کافی! اگر آپ سنائیں گے تو ہم سُن لیں گے۔ لیکن گُڑ کی چائے کی ایک ایک پیالی کے سوا میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکوں گا (دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہو کر) بھئی انہیں ذرا بیٹھنے کی جگہ دو۔ یہ تمہیں کافیاں سُنانا چاہتے ہیں۔

کامریڈ ۹: (بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے) بھئی تم میرے ساتھی کا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ کافی پینا چاہتا ہے۔ گانا نہیں چاہتا۔

دوکاندار: بھائی صاحب! ہم نے تو لوگوں کو کافیاں گاتے سُنا ہے، پیتے نہیں دیکھا۔ مجھے خود بُلھے شاہ کی کئی کافیاں یاد ہیں۔

کامریڈ ۹: بھئی تم ہمارا مطلب نہیں سمجھے۔ ہمیں چائے کی ایک پیالی بنا دو!

دوکاندار: بہت اچھا جی! میں ابھی چائے بنا دیتا ہوں۔

وقفہ

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ دکان کے سامنے لکڑی کے بنچ پر بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں ایک طرف سے ایک دیہاتی اپنا ٹٹو دوڑاتا ہوا دکان کے سامنے آتا ہے)۔

دیہاتی: (ثقافتی ساز و سامان سے لدی ہوئی سائیکلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوکاندار سے مخاطب ہو کر)

دوکاندار: یہ لوگ آ گئے ہیں؟

دوکاندار: (کامریڈ ۹ اور ۱۰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ آگئے ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ انہیں ہمارے چودھری نے بلایا ہے۔

دیہاتی: (کامریڈ حضرات سے) میرا خیال تھا کہ تم لوگ موٹر پہ آؤ گے۔ وہ نہیں آئی؟

کامریڈ ۹: بھئی تم کس کے متعلق پوچھ رہے ہو؟

دیہاتی: میں رشیاں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

۱۰: رشیاں کون ہے؟

دیہاتی: ارے یار وہی جھنڈو ڈوم کی لڑکی۔

۱۰: اسے یہاں آنا تھا۔ کیا تم اُسی جھنڈو ڈوم کا ذکر کر رہے ہو جسے اس کے گاؤں والوں نے نکال دیا تھا؟

دیہاتی: ہاں بھئی وہی، اور جھنڈو ڈوم کون ہے؟

۹: جھنڈو ڈوم کی لڑکی یہاں کس لئے آ رہی ہے؟

دیہاتی: بھئی جس طرح تم آگئے ہو اُسی طرح وہ بھی آ رہی ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب تم میں سے کوئی ہمارے گاؤں نہیں جا سکے گا۔

۹: تمہارا گاؤں کونسا ہے؟

دیہاتی: ہمارا گاؤں گنجا پور ہے۔

۱۰: وہاں کوئی میلہ ہے؟

دیہاتی: نہیں بھئی ہمارے چودھری کے لڑکے کی شادی ہے لیکن اب تم وہاں نہیں جا سکو گے۔ چودھری صاحب کی برادری کا یہی فیصلہ ہے کہ شادی پہ گانا بجانا نہیں ہوگا ——— (دوکاندار سے مخاطب ہو کر) بھئی وہ لوگ موٹر سے یہاں اُتریں گے۔ انہیں یہ پیغام دے دینا کہ گاؤں میں اُن کی ضرورت نہیں اس لئے وہ واپس چلے جائیں۔

کامریڈ ۹: (دیہاتی سے) بھائی صاحب! آپ کو یقین ہے کہ جھنڈو ڈوم کی لڑکی یہاں

آئے گی۔

دیہاتی : ہاں بھئی! وہ ضرور آئے گی۔ پرسوں چودھری صاحب کا نوکر اُسے تیس روپے دے کر آیا تھا۔ تم شاید بن بُلائے آ گئے ہو۔ لیکن اب تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔

(دیہاتی ٹٹو کو بھگاتا ہوا نکل جاتا ہے)

دوکاندار : بھئی مجھے افسوس ہے۔

۱۰ : کس بات کا؟

دوکاندار : بھئی میں سوچ رہا ہوں کہ چودھری قادر بخش جیسے لوگ بھی تمہاری قدر نہ کریں تو تمہاری روٹی کا دھندا کیسے چلے گا؟

۱۰ : یار ہم روٹی کا دھندا کرنے نہیں آئے۔ ہمارا کام صرف ثقافت کی خدمت ہے۔

۹ : یار بہت بیوقوف ہو تم، بار بار ثقافت کا لفظ استعمال کرتے ہو۔

دوکاندار : سخاوت اچھی چیز ہوتی ہے۔ لیکن اس زمانے میں سخاوت کون کرتا ہے (سڑک پر ایک بس رُکتی ہے۔ دکان سے باقی آدمی اُٹھ کر بس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ دو آدمی اور ایک نوجوان لڑکی بس سے اُتر کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ لڑکی سُرخ رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اُس کا ایک بڑی بڑی مونچھوں والا موٹا تازہ ساتھی جو کافی عمر رسیدہ معلوم ہوتا ہے ایک ہاتھ میں حقہ تھامے اور گلے میں ہارمونیم ڈالے ہوئے ہے۔ دوسرا سانولے رنگ، درمیانے قد اور منحنی جسم کا نوجوان ہے اور اُس کے ایک ہاتھ میں گٹھڑی ہے جس میں دو طبلے بندھے ہوئے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں لوہے کا ایک چھوٹا سا بکس ہے۔ لڑکی کے نقوش ذرا تیکھے ہیں اور اُس کے چہرے پر پوڈر کی ایک تہہ چڑھی ہوئی ہے۔ بوڑھا آدمی اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر دوکان کی طرف بڑھتا ہے)

دوکاندار : کیوں بھئی! تمہارا نام [illegible] ہے؟

بوڑھا آدمی : ہاں جی! گنجا پورہ سے چودھری قادر بخش کا کوئی آدمی ہمیں لینے نہیں آیا؟

دوکاندار : چودھری کا آدمی آیا تھا لیکن وہ یہ کہہ کر چلا گیا ہے کہ گاؤں میں گانا بجانا نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

بوڑھا : یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم اُن کے لڑکے کی شادی پہ جا رہے ہیں ۔

دوکاندار : تمہاری مرضی۔ میرا کام صرف پیغام دینا تھا۔ اگر تمہیں دھکّے کھانے کا شوق ہے تو چلے جاؤ وہاں۔

لڑکی : (ذرا آگے بڑھ کر بلند آواز میں) دھکّے کھائیں ہمارے دشمن۔ بابا ہم اُن کے پیسے واپس نہیں دیں گے۔

دوکاندار : ارے چودھری قادر بخش پیسے کب واپس مانگتا ہے۔

(جھنڈو حُقّے کا کش لگاتا ہوا واپس مُڑتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو لیکر سڑک کے دوسرے کنارے پر بیٹھ جاتا ہے۔ کامریڈ نمبر ۹ اور نمبر ۱ اپنی سائیکلیں اُٹھا کر باتیں کرتے ہوئے اُن کی طرف بڑھتے ہیں)۔

نوجوان : (جھنڈو سے سرگوشی کے انداز میں) چچا! اِدھر دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ چودھری کو انہوں نے ہمارے خلاف بھڑکایا ہوگا۔ تم انہیں جانتی ہو رشیماں؟

رشیماں : نہیں! میں نے یہ مُوئے کبھی نہیں دیکھے۔

کامریڈ نمبر ۱ : (اپنی سائیکل کھڑی کرتے ہوئے) کامریڈ جھنڈو! ہم تمہیں سلام عرض کرتے ہیں۔

جھنڈو : تم پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں گنجا پور کے سوا کوئی اور گاؤں نہیں ملتا تھا۔

نمبر ۱ : بابا ہم گنجا پور نہیں جا رہے اور ہمارا کام تمہارا حق مارنا نہیں۔ ہم تو تمہارا راستہ صاف کر رہے ہیں۔

جھنڈو : اچھا راستہ صاف کیا ہے تم نے (اپنے ساتھی سے) رمضان! تم طبلے یہیں چھوڑ دو اور سیدھے چودھری کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو ہم سے کیا تقصیر ہوئی ہے۔ اگر بات بن گئی تو واپس آکر ہمیں اطلاع دو۔ اگر تمہیں وہاں کامیابی نہ ہوئی تو ہم واپس

چلے جائیں گے، لیکن جلدی آنا۔

رمضان : چچا! گنجا پور یہاں سے چار میل ہے۔

۱۰ : کامریڈ رمضان! تم سائیکل چلا سکتے ہو؟

رمضان : مجھے معلوم نہیں کامریڈ کیا ہوتا ہے لیکن میں سائیکل ضرور چلا سکتا ہوں۔

۱۰ : تم میری سائیکل لے جاؤ اور جب ہماری دوبارہ ملاقات ہوگی تو میں تمہیں کامریڈ کے معنی بھی سمجھا دوں گا۔ یہ سامان اُتار کر یہاں رکھ دو۔ (رمضان اُٹھ کر سائیکل سے سامان اُتارنے لگتا ہے)۔

جھنڈو : نہیں رمضان! تم پیدل جاؤ۔ یہ لوگ سائیکل دے کر ہم سے حقہ وصول کرنا چاہتے ہیں

۹ : چچا جھنڈو! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارا پیشہ گانا بجانا نہیں ہے۔

جھنڈو : برخوردار! تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ اگر تم گانے بجانے کا دھندا نہیں کرتے تو یہ سامان جو تمہاری سائیکلوں پر لدا ہوا ہے لکھنے پڑھنے کے کام آتا ہے کیا؟

۱۰ : کامریڈ رشیاں! اپنے باپ کو سمجھاؤ۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لاہور سے اپنی قومی ثقافت کی تلاش میں آئے تھے اور تم سراپا ثقافت ہو۔

رشیاں : اجی میں نے تمہارے جیسے بہت دیکھے ہیں۔ میرے ساتھ سیدھے منہ بات کرو۔

۹ : او مائی گاڈ! تم نرے اُلو ہو۔

جھنڈو : کون اُلو ہے؟

۹ : چچا! میں اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک ضروری کام سے لنڈا کوٹ جا رہے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اپنی سائیکل اِس دوکان پر چھوڑ جائیں۔ اب اگر رمضان کو ضرورت ہے تو وہ ہماری سائیکل سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

جھنڈو : تو تم گنجا پور نہیں جانا چاہتے؟

۹ : نہیں جی! بالکل نہیں!! اگر گانا بجانا ہمارا پیشہ ہوتا تو بھی ہم وہاں نہ جاتے۔ جب گنجا پور والے

چودھری کا آدمی آیا تھا تو ہم اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُس نے ہمارے سامنے یہ کہا تھا کہ وہاں ناچ گانا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ تسلّی کرنا چاہتے ہیں تو رمضان کو پیدل بھیجنے کی بجائے سائیکل پر بھیج دیں۔ ممکن ہے گاؤں والے اپنا فیصلہ بدل دیں۔

جھنڈو : اچھا رمضان لے جاؤ اِن کی سائیکل۔

(رمضان کامریڈ بنّا کی سائیکل سے سامان اُتار کر اُن کے قریب رکھ دیتا ہے۔ اور سائیکل پر سوار ہو کر ایک طرف نکل جاتا ہے)۔

جھنڈو : (کامریڈ بنّا سے) کبھی تمہارے ساتھ کوئی ناچنے والی بھی آئی تھی ؟

بنّا : نہیں بھائی! ہمارے ساتھ کوئی ناچنے والی نہیں آئی۔

جھنڈو : تو پھر یہ گھنگھرو کس لئے ہیں ؟

بنّا : چچا جھنڈو! یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ہم دیہاتی ثقافت کو زندہ کرنے کا ایک وسیع پروگرام لے کر آئے ہیں۔

چوہا : دیکھو کامریڈ! میں اس لفظ کے بار بار استعمال پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔ اگر تم بضد رہے تو مجھے تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑے گا۔ (جھنڈو سے) چچا جھنڈو! تم اس بات پر حیران ہو گے کہ میں آج اپنے دل میں آپ کو تلاش کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ ہم تمہارے گاؤں میں گئے تھے اور وہاں سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ تم کسی شہر میں چلے گئے ہو۔ میں کسی سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تم کس شہر میں رہتے ہو۔ لیکن امام دین کے رہٹ سے روانہ ہونے کے بعد میں اپنی کوتاہی پر بہت پشیمان تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں تمہارا ایڈریس معلوم کرنے کے لئے دوبارہ وہاں جاؤں گا۔

جھنڈو : تمہیں میرے ساتھ کیا کام تھا ؟

چوہا : میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس مُلک کے تمام ترقی پسند تمہاری ان عظیم

خدمات کا اعتراف کرتے ہیں جو تم نے ثقافت کو زندہ کرنے کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ ہمیں امام دین نے یہ بتایا تھا کہ گاؤں کے رجعت پسند لوگوں نے تمہیں وہاں سے نکال دیا ہے اور ہم تم کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس ملک میں ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے تم نے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ کامریڈ جھنڈو! وہ دن دور نہیں جب اس گاؤں میں تمہارے اُجڑے ہوئے گھر کو قومی یادگار بنایا جائے گا۔ تمہیں اس لئے گاؤں سے نکالا گیا تھا کہ تمہاری لڑکی ایک عظیم آرٹسٹ کا دل اور دماغ لے کر پیدا ہوئی تھی اور اُس نے رجعت لوگوں کے خوف سے زندگی کے فطری تقاضے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ کامریڈ! میرے مظلوم اور ستم رسیدہ کامریڈ! وہ دن دور نہیں جب اس ملک کے بڑے بڑے لوگ تمہارے گھر کا طواف کیا کریں گے اور ہر سال تمہاری برسی منائی جائے گی۔ یہ تمہاری بدقسمتی تھی کہ تم نے ایک ایسے علاقے میں آرٹ اور ثقافت کی سرپرستی شروع کی تھی جہاں تمہیں پبلسٹی دینے والا کوئی نہ تھا لیکن اب چند دن کے اندر اندر تمہاری شہرت ملک کے کونے کونے میں پہنچ جائے گی۔ ہم کامریڈ الف دین سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ تمہاری پبلسٹی کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دے۔

جھنڈو: (رشیاں کی طرف متوجہ ہو کر سرگوشی کے انداز میں) رشیاں! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے یہ لوگ ٹھگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ جاتے جاتے یہ اپنے ہارمونیم کے ساتھ ہمارا ہارمونیم بھی نہ لیتے جائیں۔

رشیاں: میاں جی! آپ فکر نہ کریں۔ میں انہیں خوب پہچانتی ہوں۔

۹: کیا بات ہے چچا جھنڈو؟

جھنڈو: بھئی بات یہ ہے کہ تم جوان ہو اور میں بڈھا ہوں لیکن ہمارا پیشہ ایک ہے۔ اس لئے تمہیں میرے ساتھ مذاق نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر گاؤں کے کسی آدمی نے تمہیں رشیاں

کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات بتائی ہے تو تمہیں بار بار میرا دل نہیں دُکھانا چاہیئے۔

ک۔۱۰: کامریڈ جھنڈو! خدا کی قسم ہم تم پر فخر کرتے ہیں۔ اگر ہماری مُلاقات اس دن ہو جاتی جبکہ گاؤں کے لوگوں نے تم کو نکال دیا تھا تو ہم یقیناً تم کو لاہور لے جاتے اور وہاں ہر ترقی پسند ثقافتی ادارے سے مُطالبہ کرتے کہ وہ تمہارا خیر مقدم کرے۔ ہمارا پیشہ گانا بجانا نہیں لیکن ہم ثقافت کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔

رلیشماں: تمہارا پیشہ کیا ہے؟

کامریڈ۔۹: ابھی ہم تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں اور ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ مُلازمت کا دھندا کرنے سے پہلے ہم کچھ عرصہ ثقافت کے ذریعے عوام کی خدمت کریں۔ لوگوں کی پسماندگی اور جہالت دُور کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ثقافتی سرگرمیاں تیز کر دی جائیں۔

جھنڈو: تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا حقہ بُجھ گیا ہے اور میں اُس دوکان سے چلم بھرنے جا رہا ہوں۔

(جھنڈو حقہ اُٹھا کر دوکان کی طرف چلا جاتا ہے)

کامریڈ نمبر۱۰: کامریڈ رلیشماں! تم نے لاہور دیکھا ہے؟

رلیشماں: بابُو جی! مجھے لاہور دکھانے کے لئے دل گُردے کی ضرُورت ہے۔

ک۔۹: ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنی سائیکلوں کی بجائے کامریڈ الف دین کی کار پر نہیں آئے۔ ورنہ تم یہ طعنہ نہ دیتیں کہ ہم تمہیں لاہور نہیں دکھا سکتے۔

رلیشماں: جاؤ جی! جن کے پاس کار ہوتی ہے وہ اس طرح سائیکلوں پر ڈھول اور چمٹے باندھ کر نہیں پھرتے۔

ک۔۹: کامریڈ! تم کار کو بہت بڑی چیز سمجھتی ہو۔ لیکن ہمارے کامریڈ الف دین کے پاس تین بہترین کاریں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک ہوائی جہاز بھی خرید سکتا ہے۔

رشیماں : الف دین تمہارا کیا لگتا ہے؟

۹ : کچھ نہیں، وہ ہمارا کامریڈ ہے۔

رشیماں : کامریڈ کیا ہوتا ہے؟

۹ : کامریڈ ساتھی کو کہتے ہیں۔

رشیماں : لیکن تم مجھے بھی کامریڈ کہہ رہے تھے۔

۱۰ : اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو ہم یہ لفظ واپس لیتے ہیں۔

رشیماں : (بگڑ کر) ایک عورت صرف ایک آدمی کی ساتھی ہوتی ہے۔ لیکن تم دونوں نے مجھے باری باری کامریڈ کہا ہے۔

(۹ اور ۱۰ بدحواس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)

۹ : (رشیماں سے) یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے کوئی بری بات نہیں کی۔

رشیماں : واہ جی! آ گئے بری بات کہنے والے۔ ذرا کہہ کر تو دیکھو!

۱۰ : (ذرا آگے کھسک کر) دیکھو رشیماں! ہم تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں جان بوجھ کر ہمارے ساتھ بگڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ان پسماندہ اور رجعت پسند لوگوں نے تمہیں گاؤں سے نکال دیا تھا تو تمہارے دل پر کیا گزری تھی۔ یقیناً تمہیں اس بات کا بہت دکھ ہوا ہو گا۔

رشیماں : مجھے کیوں دکھ ہوتا۔ میں نے وہاں سے نکل کر خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

۱۰ : بہت بہادر ہو رشیماں! تم نے آرٹ اور ثقافت کے لئے اپنا گھر چھوڑنا پسند کر لیا لیکن اگر برا نہ مانو تو میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ سچ بتاؤ اس گاؤں میں تمہارا کوئی قدردان نہیں تھا۔ یعنی میرا مطلب ہے کہ اس گاؤں میں ایک نوجوان بھی ایسا نہ تھا جس کی یاد نے تمہیں ستایا ہو!

ریشماں : (منہ بسور کر) تم میرا دل کیوں دکھاتے ہو؟

۹ : اُف کامریڈ! تم بہت مظلوم ہو۔ اب ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ تم انسانوں سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تمہارے پڑوس میں ایک چوڑا چکلا جوان رہتا تھا۔ وہ گاؤں سے باہر ایک پیپال کے ڈھیر پر بیٹھ کر ہیر وارث شاہ پڑھا کرتا تھا اور تم چھپ چھپ کر سنا کرتی تھیں پھر تم ڈھول ماہیا گایا کرتی تھیں اور وہ پہروں تمہاری دیوار کے قریب کھڑا رہتا تھا۔ اُسے تمہارے گیتوں کی طرح تمہارے ناچ بھی بہت پسند تھے۔ تم دونوں اپنے مستقبل کے متعلق اسی قسم کے پروگرام بنایا کرتے تھے کہ ہم جیون ساتھی بن کر آرٹ اور ثقافت کی خدمت کریں گے۔ وہ گایا کرے گا تم ناچا کرو گی لیکن گاؤں کے سماج کے ٹھیکیداروں کی مخالفت کے باعث یہ حسین آرزوئیں پوری نہ ہو سکیں۔ گاؤں کے چودھری نے تمہیں نکال دیا اور اُسے شاید کسی تاریک کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے۔

ریشماں : اگر میرے متعلق تمہیں یہ باتیں امام دین نے بتائی ہیں تو وہ بالکل جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن اب مجھے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے مر چکے ہیں۔

۹ : یہ بالکل غلط ہے۔ ایک آرٹسٹ کو کوئی نہیں مار سکتا۔ ہم تمہاری آپ بیتی سننا چاہتے ہیں۔

(دبی زبان میں ۱۰ سے مخاطب ہو کر) کامریڈ! اب ہماری گفتگو نازک مرحلے پر پہنچ چکی ہے۔ اس کا باپ دوکان دار کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ تم جاؤ اور کچھ دیر اُسے وہیں روکنے کی کوشش کرو اور مجھے اِس کے ساتھ تنہائی میں بات کرنے دو۔ میں ایک ایسی رپورٹ کے لئے مواد جمع کر لوں گا کہ کامریڈ الف دین عش عش کر اُٹھے گا۔

۱۰ : پارٹی میں میں تم سے سینئر ہوں۔ اِس لیے جھنڈو کے پاس تم جاؤ!

ریشماں : دیکھو جی تم میرا مذاق اُڑا رہے ہو۔

ع۔ و : نہیں! نہیں! کامریڈ ریشماں! ہمیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے (ب۔ا سے) کامریڈ! تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ وہ آجائے گا اور یہ ڈرامہ یہیں ختم ہو جائے گا۔

ب۔ا : غصّے کی حالت میں اُٹھ کر دوکان کی طرف چلا جاتا ہے۔

ریشماں : (ع۔و سے) تم لنڈا کوٹ جا رہے تھے؟

ع۔و : ہاں لیکن جانے سے پہلے مَیں اپنی بات ختم کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ زندگی میں ایسے اتفاقات بار بار نہیں آتے۔ مَیں اس خوش گوار ملاقات سے پُورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا ہُوں۔ مَیں آرٹ اور ثقافت کے نام پر تم سے اپیل کرتا ہُوں کہ تم مجھ سے کوئی بات چھُپانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ نوجوان کون تھا جسے گاؤں کے لوگوں نے ہمیشہ کے لئے تم سے چھین لیا۔

ریشماں : وہ ہماری برادری کا آدمی تھا لیکن میری بد قسمتی سے وہ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد شہر میں مُلازم ہو گیا تھا اور یہ بات بالکل جھُوٹ ہے کہ وہ میرے لئے پیال کے ڈھیر پہ بیٹھ کر ہیر پڑھا کرتا تھا یا مَیں اُس کے لئے ڈھول ماہیا گایا کرتی تھی۔ اُسے ناچ اور گانے سے نفرت تھی اور یہی وجہ تھی کہ اُس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ع۔و : کامریڈ! تمہیں اس بات کا افسوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک آرٹسٹ کا ایک دقیانوسی کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ریشماں : تم ناچ گانے کو پسند کرتے ہو؟

ع۔و : یہ کوئی پُوچھنے کی بات ہے۔ مَیں اپنی زندگی ثقافت کی خدمت کے لئے وقف کر چکا ہُوں۔

ریشماں : تم ناچ اور گانے کو ثقافت کہتے ہو؟

ے ۹ : ہاں۔

ریشماں : تم کسی ایسی لڑکی کی ثقافت پسند کرو گے جس کے ساتھ تمہاری منگنی ہو چکی ہو ؟

ے ۹ : کیوں نہیں۔

ریشماں : تم لاہور سے آئے ہو ؟

ے ۹ : ہاں۔

ریشماں : وہاں تمہارا کوئی گھر گھاٹ ہے ؟

ے ۹ : کیوں نہیں، میرے مکان کے آٹھ کمرے ہیں اور میرا باپ چار سو روپیہ تنخواہ لیتا ہے۔

ریشماں : کیا گپ لگاتے ہو۔ آٹھ کمرے اور چار سو روپیہ ماہانہ تنخواہ۔ اور تم سائیکل پر ڈھول اُٹھائے پھرتے ہو۔ اگر میرے باپ کی تنخواہ تیس روپے ہوتی تو بھی ناچنا اور گانا تو درکنار، وہ مجھے گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی نہ دیتا۔

ے ۹ : یہ بالکل غلط ہے۔ کامریڈ جھنڈا ایک آرٹسٹ ہے۔ اگر اُس کی آمدنی دو ہزار ہوتی تو بھی وہ آرٹ اور ثقافت کی خدمت سے منہ نہ پھیرتا۔ اُس کی یہ خواہش ہوتی کہ اُسے ان لوگوں کو پسماندگی اور جہالت سے نکالنے کے لئے ایک عظیم الشان تھیٹر تعمیر کرنا چاہیئے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ آج کسی فلم کمپنی کا مالک ہوتا اور تمہیں ہر فلم میں بہترین پارٹ دیا جاتا۔ لیکن تمہیں اپنے باپ کی غربت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر تم ہماری پارٹی میں شامل ہو جاؤ تو ہم تمہارے لئے شہرت اور دولت کے تمام دروازے کھول دیں گے۔

ریشماں : تم مجھے ورغلا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ لیکن میں نے تم جیسے کئی دیکھے ہیں۔

ے ۹ : ریشماں ! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایک آرٹسٹ ہو اور ایک آرٹسٹ کو ظاہری اور رسمی تکلفات سے بلند ہونا چاہیئے۔ ہم تمہارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تم ثقافت کی جون آف آرک ہو۔

ریشماں : تم میرے ساتھ سیدھی بات کیوں نہیں کرتے۔ تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم اپنا پیٹ پالنے کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہو۔

ر ۹ : بہت اچھا، تم یہی سمجھ لو۔

ریشماں : ہم پہلے ہی ایک نکھٹو سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔

ر ۹ : وہ کون ہے ؟

ریشماں : رمضان جو ابھی تمہاری سائیکل لے کر گیا ہے۔ وہ چھ ماہ سے طبلہ بجانا سیکھ رہا ہے۔ لیکن ابھی تک اُسے سُر تال کا پتہ نہیں۔

ر ۹ : مجھے افسوس ہے کہ تمہاری ذہنیت بالکل سرمایہ دارانہ ہے۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں اور تم یہ سمجھتی ہو کہ ہم تم سے کچھ لینا چاہتے ہیں۔ دیکھو یہ میری گھڑی ہے اور اس کی قیمت اڑھائی سو روپے ہے۔ یہ میرا قلم ہے اور یہ پچاس روپیہ میں آتا ہے۔ میں تین چار روپے روزانہ صرف سگریٹ پر خرچ کرتا ہوں۔

ریشماں : (آنکھیں جھکاتے ہوئے) تم بہت بے شرم ہو۔ ایسی باتیں تمہیں میرے باپ سے کرنی چاہئیں۔ وہ آرہا ہے۔

(ع ۹ سڑک کے پار دیکھتا ہے۔ جھنڈو اور غ ۱ واپس آرہے ہیں)

ع ۹ : کامریڈ ریشماں! اب ہم شام سے پہلے پہلے لنڈا کوٹ سے ہو آنا چاہتے ہیں۔ ہم وہاں صرف ایک ڈھول اور گھنگھرو لے جائیں گے۔ باقی سامان اور سائیکل یہیں چھوڑ جائیں گے۔ تم وعدہ کرو کہ ہمارا انتظار کرو گی۔

ریشماں : لنڈا کوٹ میں تمہیں کیا کام ہے ؟

ر ۹ : کوئی خاص کام نہیں، ہم جلد واپس آجائیں گے۔

ریشماں : پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں وہاں کیا کام ہے ؟

ع ۹ : ہم وہاں دیہاتی ناچ دیکھنے جارہے ہیں۔

رشیماں : (بددل ہوکر) وہ ناچنے والی کون ہے ؟

ع۹ : کامریڈ : وہاں ناچنے والی کوئی نہیں۔ ہم دیہاتی نوجوانوں کا بھنگڑا ناچ دیکھنے جا رہے ہیں۔

(جھنڈو اور ع۱۰ قریب آتے ہیں)

ع۱۰ : (ع۹ سے) چلو کامریڈ! اب دیر ہو رہی ہے (جھنڈو سے) آپ ہمارے سامان کا خیال رکھیں۔ ہم جلد واپس آجائیں گے۔

پانچواں منظر

(کامریڈ ۹ اور ۱۰ نہر کی پٹڑی پہ پیدل جا رہے ہیں۔ کامریڈ ۹ کے گلے میں ڈھول لٹک رہا ہے اور کامریڈ ۱۰ کے کوٹ کی جیب سے گھنگھروؤں کی جھنکار سنائی دے رہی ہے)۔

کامریڈ ۹ : (رُک کر بائیں ہاتھ ایک گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھئی! مجھے یقین ہے کہ لنڈا کوٹ یہی ہے۔ کافی بڑا گاؤں معلوم ہوتا ہے۔ اب ہمیں پٹڑی چھوڑ کر اس پگ ڈنڈی پہ چلنا چاہیئے۔ یہ ڈھول ایک مصیبت ہے۔ کاش ہمارے پاس کار ہوتی۔

۱۰ : گھبراؤ نہیں میرے دوست، تم بہت جلد اسے اُٹھا کر چلنے کے عادی ہو جاؤ گے۔

۹ : مَیں کامریڈ الف دین سے مطالبہ کروں گا کہ آئندہ ایسی مہم کے لئے ہمیں ایک کار، ایک گراموفون، ایک لاؤڈ سپیکر اور بھنگڑا میوزک کے چند ریکارڈ مہیا کئے جائیں۔ پھر ہمیں لوگوں کے ساتھ ثقافت کے مسئلے پر بحث کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہم ان دُور اُفتادہ دیہاتوں کے قریب پہنچتے ہی کار کے اندر بیٹھے بیٹھے بھنگڑا میوزک کا ریکارڈ لگا دیا کریں گے۔ پھر تم دیکھو گے کہ دیہاتی عوام کس طرح اُچھلتے کودتے اور

تھرکتے ہوئے گھروں سے باہر نکلتے ہیں۔

ع ۱۰ : یہ تجویز معقول ہے۔ لیکن کار، گراموفون اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہمیں کامریڈ الف دین کو کوئی کارگزاری دکھانی پڑے گی۔ تم اپنی نوٹ بک لے آئے ہو؟

ع ۹ : نہیں، میں تو وہ اپنے سامان کے ساتھ ہی چھوڑ آیا ہوں اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔

ع ۱۰ : بھئی! میں یہ چاہتا تھا کہ لوگ بھنگڑا ڈالتے وقت جو گیت گاتے ہیں وہ نقل کر لئے جائیں۔ تم بہت غیر ذمہ دار ہو۔ لیکن اب چلو۔

(کامریڈ ع ۹ اور ع ۱۰ سڑک سے اُتر کر پگڈنڈی پر چل پڑتے ہیں۔ گندم، سرسوں اور کماد کے چند کھیت عبور کرنے کے بعد انہیں گاؤں سے باہر لوگوں کا ایک اجتماع دکھائی دیتا ہے اور وہ رُک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)۔

کامریڈ ع ۱۰ : بھئی یہ عجیب اتفاق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں کے لوگ پہلے ہی بھنگڑا ڈالنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

ع ۹ : کامریڈ! یہ تو اچھا خاصا اجتماع معلوم ہوتا ہے لیکن وہاں سے کوئی ڈھول وغیرہ کی آواز تو نہیں آتی۔ ہاں بھئی! وہ دیہاتی جو پیال کے ڈھیر پر بیٹھا ہیر پڑھ رہا تھا کہ میلوں کے سوا دیہاتی لوگ عام طور پر باہر کھیتوں میں بھنگڑا ڈالتے ہیں۔

ع ۱۰ : اس وقت شاید ہمارا وہاں جانا مناسب نہ ہو۔ ہمیں کسی کھیت میں چھُپ کر انتظار کرنا چاہیئے۔ جب بھنگڑا شروع ہو گا تو ہم چپکے سے اُن کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ہم اس وقت وہاں گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں اپنا پروگرام ہی ملتوی نہ کر دیں۔

ع ۹ : نہیں بھائی! ہم اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ جھنڈو اور اُس کی صاحبزادی نے کہا تھا کہ اگر ہم نے زیادہ دیر کی تو وہ ہمارا سامان دکان دار کے پاس چھوڑ کر چلے جائیں گے اس سفر میں ان سے ملاقات ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ہمیں ان سے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو انہیں دوبارہ تلاش کرنا آسان نہیں ہو گا۔

میرا یہ مشورہ ہے کہ ہم بھنگڑے کے سُر تال پر ڈھول بجاتے ہوئے اُن لوگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ڈھول کی آواز سُنتے ہی وہ بے اختیار ناچنا شروع کر دیں گے اور ہمیں ثقافت کے موضوع پر لیکچر دے کر بنا بنایا کھیل بگاڑنے کا موقع نہیں ملے گا۔

۱۰: میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اب یہ ڈھول مجھے دے دو اور خود تیار ہو جاؤ۔

۹: کس بات کے لئے تیار ہو جاؤں ؟

۱۰: بھنگڑا ڈالنے کے لئے اور کس لئے (جیب سے گھنگرو نکال کر ۹ کو پیش کرتا ہے) اب وقت ضائع نہ کرو اور یہ گھنگھرو باندھ لو۔

۹: دیکھو بھئی تم جانتے ہو کہ میں نے ابھی تک اچھی طرح بھنگڑا ناچ نہیں سیکھا۔ پھر جہاں اتنے لوگ موجود ہوں وہاں میرے شامل نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

۱۰: (برہم ہو کر) دیکھو کامریڈ! یہ تمہاری ذاتی پسند یا ناپسند کا مسئلہ نہیں۔ میں پارٹی کے سینئر ممبر کی حیثیت سے اپنے خاص اختیارات استعمال کرتے ہوئے تمہیں دو منٹ کے اندر اندر گھنگھرو پہننے کا حکم دیتا ہوں۔ اگر تم نے پس و پیش کیا تو لاہور پہنچ کر تمہارے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

۹: نہیں نہیں کامریڈ! اگر تم سینئر ممبر نہ ہوتے تو بھی مجھے تمہارے حکم سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔

(کامریڈ ۹ ڈھول اُتار کر نیچے رکھ دیتا ہے اور پاؤں کے ساتھ گھنگھرو باندھ لیتا ہے)۔

۱۰: اب میں تمہیں ایک اور تحفہ دیتا ہوں۔

۹: وہ کیا ہے ؟

۱۰: (اپنے کوٹ کی دوسری جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک میلا کچیلا کپڑا نکالتے ہوئے) یہ دیکھو!

۹ : یہ کیا ہے ؟

۱۰ : ارے یار! یہ لنگوٹا ہے اور بھنگڑا ناچ میں اس کی اہمیت ڈھول اور گھنگھرو سے کم نہیں۔

۹ : یہ غلیظ چیتھڑا تم نے کہاں سے لیا ہے ؟

۱۰ : بھئی وہ دکان دار کہتا تھا کہ بھنگڑا ناچ صرف لنگوٹا پہن کر کیا جاتا ہے اور اتفاق سے مجھے اُس کی دکان میں یہ لنگوٹا نظر آگیا اور میں نے آنکھ بچا کر جیب میں ڈال لیا اب تم کسی حیل و حجت کے بغیر یہ لنگوٹا پہن لو اور یہ قیمتی وقت ضائع نہ کرو۔

۹ : کامریڈ! تم مجھے اپنی سینیارٹی کا رُعب ڈال کر تنگ کرنا چاہتے ہو۔ پتلون کے اُوپر لنگوٹا باندھنے کا مطالبہ انتہائی نامعقول ہے۔

۱۰ : بھئی تمہیں پتلون کے اُوپر لنگوٹا پہننے کا مشورہ کس بیوقوف نے دیا ہے۔

۹ : اچھا تو تمہارا مطلب ہے کہ مجھے پتلون اُتار کر لنگوٹا باندھنا پڑے گا ؟

۱۰ : یار تم جان بُوجھ کر وقت ضائع کر رہے ہو۔ کم از کم اتنا تو سوچو کہ کامریڈ جھنڈو اور اس کی صاحبزادی تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔

۹ : کامریڈ! میں احتجاج کرتا ہُوں۔ میں شدید احتجاج کرتا ہُوں۔ میری ٹانگیں اس قابل نہیں کہ دیہاتیوں کے سامنے اُن کی نمائش کی جائے۔ میری رانیں میری پنڈلیوں سے بھی زیادہ پتلی ہیں۔ یہ لنگوٹا تم پہن لو اور ڈھول بجانے کی خدمت میرے سپرد کر دو!

۱۰ : دیکھو کامریڈ! تم پُورا ایک مہینہ بھنگڑا ناچ کی مشق کر چکے ہو اور میں نے اس عرصہ میں صرف ڈھول بجانا سیکھا ہے۔ اپنی ٹانگوں کے متعلق تمہیں لاہور میں سوچنا چاہیئے تھا۔ اب بحث کا وقت نہیں۔ پھر اگر ہماری ٹانگوں کا موازنہ کیا جائے تو تم اس لحاظ سے خوش قسمت ہو کہ تمہاری ٹانگیں صرف پتلی ہیں۔ میری طرح پتلی ہونے کے علاوہ

ٹیڑھی نہیں۔ تم سامنے اُس کماد کے کھیت میں چلے جاؤ اور اپنا لباس اور بُوٹ اُتار کر وہیں رکھ آؤ۔ بھنگڑا ناچ یا تو ننگے پاؤں کیا جاتا ہے یا دیسی جُوتے کے ساتھ۔

ے ۹ : میں انتہائی مجبُوری کی حالت میں لنگوٹا پہننے کے متعلق تمہارے حکم کی تعمیل کرتا ہُوں اور اگر تم بضد ہو تو میں بُوٹ بھی اُتار دیتا ہُوں۔ لیکن اس سردی میں کوٹ پتلوُن اور سویٹر اُتارنا میرے لئے خود کشی کے برابر ہوگا۔ میں بھنگڑا ڈالنے کے لئے جا رہا ہُوں پیرا کی کے مقابلے میں شریک ہونے نہیں جا رہا۔

ے ۱۰ : کامریڈ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پانچ منٹ ناچنے کے بعد تمہیں پسینہ آجائے گا۔

ے ۹ : تم پنسلین کے ٹیکے ساتھ لائے ہو؟

ے ۱۰ : وہ کس لئے ؟

ے ۹ : وہ اس لئے کہ پسینے کے بعد ٹھنڈی ہوا لگنے سے میں قدرت کی طرف سے کم از کم جس انعام کی توقع کر سکتا ہُوں وہ نمونیا ہے۔

ے ۱۰ : بہت اچھا میں کوٹ وغیرہ اُتارنے کے متعلق تمہیں مجبُور نہیں کرتا۔ اب جلدی کرو۔

ے ۹ : لیکن کامریڈ! مجھے پتلوُن اُتارنے پر بھی اعتراض ہے۔ اگر میری نحیف اور لاغر ٹانگوں کی نمائش کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا تو میں پتلوُن کے پائنچے اُوپر چڑھا لیتا ہُوں۔ اس طرح تمہاری بات بھی رہ جائے گی اور میں بھنگڑے کے بعد تشنج کے خطرے سے بھی بچ جاؤں گا۔ ورنہ میری پتلوُن تمہیں اُٹھانی پڑے گی۔

ے ۱۰ : دیکھو بھئی اب وقت ضائع نہ کرو۔ اگر تم اپنی پتلوُن یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے تو اُسے سر پہ لپیٹ لو۔ دیہاتی لوگ بھنگڑا ڈالتے وقت اپنے سر پہ چھوٹے چھوٹے پٹکے باندھ لیتے ہیں اور تم پتلوُن سے یہ کام لے سکتے ہو۔

ے ۹ : (بد دلی کے ساتھ) بہت اچھا کامریڈ! اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اپنے بُوٹوں کو بھی

گلے کے ساتھ باندھنے کے لئے تیار ہوں۔

ع۱ : نہیں بھئی ! اب بے معنی باتیں نہ کرو۔ بُوٹ یہیں کسی جگہ چھپا کر رکھ دو۔

(ع۹ کماد کے کھیت کی اوٹ میں چلا جاتا ہے)۔

وقفہ

کامریڈ گندم، سرسوں اور کماد کے کھیتوں سے نکل کر درختوں کے ایک جُھنڈ کے سامنے رُکتے ہیں۔ اُن کے سامنے چند خالی کھیت ہیں اور اُن سے آگے کوئی دو تین فٹ اُونچی مینڈ کے پار گاؤں کے لوگ کھڑے ہیں)۔

ع۱ : کامریڈ ! تم تیار ہو ؟

ع۹ : میں تیار ہوں۔

ع۱ : مجھے یقین ہے کہ جب تم بھنگڑا ڈالتے ہوئے اُن کی طرف بڑھو گے تو وہ لوگ خودبخود ہماری طرف کھنچ آئیں گے۔ دیہاتی ثقافت کے عظیم مظاہرے کے لئے ان کھیتوں سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کتنا دلکش منظر ہے۔ کہیں سرسوں پھُولی ہوئی ہے۔ کہیں گندم کے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ نہ معلوم اس کماد کے گھنے جنگل میں کتنے رُومان پرورش پا چکے ہوں گے۔

ع۹ : دیکھو اس مینڈ کے پاس پیال کا ایک ڈھیر بھی ہے۔ کاش ! کامریڈ الف دین ہمیں ایک مووی کیمرہ دے دیتا۔

ع۱ : کامریڈ ! وہ لوگ ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ریڈی !

(ع۱ ڈھول بجاتا ہے۔ ع۹ ہاتھ اُٹھا کر ناچ شروع کر دیتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہیں۔ گاؤں کے بعض لوگ مینڈ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض مینڈ عبور کر کے اُن کی طرف چل پڑتے ہیں)۔

۹ : کامریڈ! کام بن گیا۔ ذرا زور سے ڈھول بجاؤ۔
(گاؤں کے لوگ شور مچاتے ہیں اور اُن کی آوازیں ہر لحظہ بلند ہوتی جاتی ہے۔ بعض لوگ چلنے کی بجائے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں)۔
۱۰ : (خوشی سے نعرہ لگاتا ہے) لنڈا کوٹ زندہ باد۔ ثقافت زندہ باد۔
(دیہاتیوں کی آوازیں آتی ہیں) دوڑو پکڑو۔ یہ بدمعاش ہیں۔
۹ : (بدحواس ہوکر اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے) کامریڈ! یہ کیا بات ہے؟
۱۰ : بیوقوف! تم رُک کیوں گئے۔ خدا کے لئے بنا بنایا کھیل بگاڑنے کی کوشش نہ کرو۔
۹ : کامریڈ! وہ گالیاں دے رہے ہیں۔
۱۰ : بیوقوف! یہ گالیاں ہماری ثقافت کا ایک اہم حصّہ ہیں۔
(سفید آدمی قریب پہنچتے ہی ڈھیلوں اور جوتوں کی بارش شروع کر دیتے ہیں۔ ۹ کماد کی طرف بھاگ نکلتا ہے۔ ۱۰ اپنے گلے سے ڈھول اُتار کر پھینک دیتا ہے۔ اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایک تیز رفتار نوجوان اُس کی گردن دبوچ لیتا ہے)
۱۰ : بھائیو! ٹھہرو۔ تمہیں ہمارے متعلق غلط فہمی ہوگئی ہے۔ ہم تمہارا بھنگڑا دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے اپنے زندہ دل چودھری کے پاس لے چلو۔ میں ڈوم ہوں۔ میں کلاونت ہوں۔ میں بہروپیا ہوں۔
(ایک نوجوان ڈھول اُٹھا کر اُس کے سر پر دے مارتا ہے۔ ڈھول کا چمڑا پھٹ جاتا ہے اور ۱۰ کے جسم کا بالائی حصّہ اُس کے اندر غائب ہو جاتا ہے۔ ڈھول کے اندر سے عجیب و غریب آوازیں نکلتی ہیں۔ نوجوان مُکّا مار کر ڈھول کے بالائی حصّے کا چمڑا بھی پھاڑ ڈالتا ہے۔ اس کے بعد وہ زور سے ڈھول کو نیچے کی طرف دباتا ہے۔ کامریڈ کا سر گردن تک باہر نکل آتا ہے اور ٹانگوں کے اُوپر سے لے کر کندھوں تک باقی جسم ڈھول میں اچھی طرح پھنس جاتا ہے۔ گاؤں کے منچلے ۱۰ کو ڈھول دھپّا کرتے اور دھکّے دیتے ہوئے

گاؤں کی طرف لے جاتے ہیں۔ بینڈ کے قریب ایک بوڑھا آدمی اُنہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتا ہے)۔

بُوڑھا: تمہیں جنازہ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ یہ بدمعاش کون ہے؟

نمبر ۱: چودھری جی! میں بہروپیا ہُوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں جنازہ پڑا ہُوا ہے۔

بُوڑھا: اب اسے جانے دو۔ اِس کے لئے اِتنا کافی ہے۔

(لوگ اُسے چھوڑ کر بُوڑھے کے ساتھ قبرستان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ نمبر ۱ اسی طرح ڈھول میں جکڑا ہُوا نہر کی طرف چل پڑتا ہے۔ کماد کی طرف نمبر ۹ کا پیچھا کرنے والوں کی چیخ پکار ابھی تک سُنائی دیتی ہے)۔

چھٹا منظر

(غروبِ آفتاب کے وقت جھنڈو، رمضان اور ریشماں دکان کے قریب الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ دُور سے موٹر کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ رمضان اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے)۔

رمضان: چچا! اب رات سر پہ آ رہی ہے۔ ہم کب تک اُن کا انتظار کریں گے۔ میں یہ موٹر روکتا ہوں۔

جھنڈو: لیکن اُن کے سامان کا کیا ہو گا؟

رمضان: ہم یہ سامان دکان دار کے پاس چھوڑ جائیں گے (آگے بڑھ کر دکان دار سے مخاطب ہوتا ہے) میاں جی! ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ آپ مہربانی کر کے اُن کی سائیکلیں اپنے پاس رکھ لیں۔

دکاندار: نہیں بھائی! اگر یہ چوری کا مال ہوا تو میری ضمانت کون دے گا۔ تم ان کا انتظار کرو اس کے بعد دو موٹریں اور آئیں گی۔

رمضان: (جھنڈو سے مخاطب ہو کر) یہ کیا مصیبت ہے وہ چوری کا مال ہمارے حوالے کر کے بھاگ گئے ہیں۔ چچا جھنڈو! ہمیں یہاں سے کھسکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دکاندار: دیکھو بھئی! تم مجھے پھنسانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم یہ سامان یہاں چھوڑ کر چلے

گئے تو میں اُٹھا کر نہر میں پھینک آؤں گا۔

ریشماں : (رمضان سے) تم خواہ مخواہ شور مچا رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چور نہیں۔

رمضان : اگر وہ چور نہ بھی ہوں تو بھی ہم اُن کے باپ کے نوکر نہیں ہیں کہ رات بھر اُن کا انتظار کرتے رہیں۔

(موٹر سڑک پر رُکتی ہے اور چند سواریاں اُتار کر آگے روانہ ہو جاتی ہے)۔

جھنڈو : دیکھو رمضان! اگر تم اس قدر پریشان ہو تو جا کر لنڈا کوٹ سے پتہ کیوں نہیں کر آتے سائیکل پر تم چار منٹ کے اندر اندر واپس آ جاؤ گے۔

رمضان : میں اب اُن کی سائیکل کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

ریشماں : (سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) رمضان! ادھر دیکھو۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے تھے۔

(رمضان سڑک کی طرف دیکھتا ہے۔ کامریڈ سنا اگر دن جھکائے سڑک پر چلا آ رہا ہے۔ اُس کا لباس پانی اور کیچڑ سے لت پت ہے۔ الاؤ کے قریب پہنچتے ہی وہ نڈھال سا ہو کر بیٹھ جاتا ہے)۔

رمضان : ارے! تم نہر میں گر گئے تھے؟ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟

ریشماں : ارے ارے! تمہارا منہ بھی سوجا ہوا ہے۔

١٠ : نہر کا پانی بہت ٹھنڈا تھا اور میں بارہ مہینے گرم پانی سے نہانے کا عادی ہوں مجھے یقیناً نمونیا ہو رہا ہے۔

جھنڈو : اپنا میلا کچیلا کمبل اُتار کر اُس کے آگے پھینکتے ہوئے) بھئی! تم میرا کمبل اوڑھ لپیٹ لو اور بھیگے ہوئے کپڑے اُتار دو۔ جلدی کرو۔

ریشماں : (رمضان سے) رمضان! تم ان کا کوٹ اُتار کر نچوڑ ڈالو۔ میں اُسے آگ پر سکھا دوں گی۔

عطا : چچا جھنڈو، کمبل سے کچھ نہیں بنے گا۔ میرے لئے کہیں سے رضائی کا انتظام کرو۔

جھنڈو : برخوردار، تم دیر نہ کرو۔ گیلے کپڑے اُتار کر آگ کے سامنے بیٹھنے کے بعد تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔

دکاندار : او بھائی، یہاں آجاؤ۔ میں تمہیں ایک قمیص اور ایک چادر دے سکتا ہوں۔

عطا : (کوٹ کی جیب سے ایک بٹوا نکال کر کھولتا ہے اور اُس میں سے چند نوٹ نکال کر ریشماں کو دے دیتا ہے) یہ نوٹ بھیگ گئے ہیں۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو انہیں آگ پر سکھا دیجئے۔

ریشماں : (نوٹ لیتے ہوئے) تمہارا ساتھی کہاں ہے ؟

عطا : وہ مجھ سے پہلے بھاگ آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ یہاں پہنچ چکا ہو گا۔

ریشماں : تمہیں کہیں سے مار پڑی ہے ؟

عطا : مار تو زیادہ نہیں پڑی۔ لیکن وہاں سے بچ نکلنا ایک معجزہ تھا۔

جھنڈو : تمہارا ساتھی زندہ ہے نا ؟

عطا : جب میں نے اُسے آخری بار دیکھا تھا تو وہ زندہ تھا اور یہ اُس کی خوش قسمتی تھی کہ میری طرح ڈھول کے ساتھ اُس کی تواضع نہیں کی گئی۔ میں ابھی آتا ہوں۔ (اُٹھ کر دکان کی طرف چلا جاتا ہے)۔

جھنڈو : رمضان، تم جا کر اس کے کپڑے لے آؤ اور انہیں نچوڑ کر آگ پر سکھا دو۔

رمضان : (سرگوشی کے انداز میں) میرا خیال تھا کہ اب ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم اگلی موٹر پر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے بلا سوچے سمجھے اُسے اپنا کمبل دے دیا ہے۔

جھنڈو : ارے، میرا کمبل وہ کھا نہیں جائے گا۔ تم جا کر اُس کے کپڑے لے آؤ۔

(رمضان با دلِ ناخواستہ دکان کی طرف چلا جاتا ہے)۔

وقفہ

(رات ہو چکی ہے اور جھنڈو، ریشماں، رمضان اور کامریڈ نمبر۱ الاؤ کے گرد بیٹھے ہیں ریشماں آگ کے سامنے کامریڈ نمبر۱ کی پتلون اور رمضان اُس کا کوٹ سکھا رہا ہے)

جھنڈو: برخوردار! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

نمبر۱: مجھے صرف احساس ہے کہ میں زندہ ہوں۔

جھنڈو: کچھ کھاؤ گے؟

نمبر۱: ہاں لیکن اس دکان سے کوئی اچھی چیز مل جائے گی؟

جھنڈو: ہم تمہیں پلاؤ کھلائیں گے بھائی!

نمبر۱: وہ کہاں سے ملا ہے؟

جھنڈو: بھئی رمضان گنجا پور کے چودھری کے گھر سے اتنا پلاؤ لے آیا ہے کہ وہ ہم سے دو دن تک ختم نہ ہوگا۔ چودھری نے اس بات پر افسوس کیا ہے کہ اُس کی برادری کے لوگ گانا سننے پر تیار نہیں۔ پھر بھی اُس نے بہت شرافت دکھائی ہے اور ہمیں کھانے کے علاوہ دس روپے اور بھیج دئے ہیں۔ ریشماں! تم انہیں پلاؤ دو۔

ریشماں: بابا! اس کا ساتھی نہیں آیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر جائیے!

(کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی ہے)

رمضان: شاید وہ آرہا ہے؟

(چاروں سڑک کی طرف دیکھتے ہیں۔ نمبر۹ نمودار ہوتا ہے اور بے حس وحرکت ان کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے)۔

نمبر۱: کامریڈ! تم زندہ ہو؟

ے ۹ : یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہیئے۔

ریشماں : تم بھی نہر میں گر گئے تھے ؟

ے ۹ : نہیں تو ؟

رمضان : تم نے پتلون کیوں اُتار رکھی ہے ؟

ے ۹ : اس سوال کا جواب بھی تمہیں میرے ساتھی سے پوچھنا چاہیئے (ریشماں کے ہاتھ سے ۱۰ کی پتلون لے کر چند قدم دُور چلا جاتا ہے)۔

ے ۱۰ : تم کیا کر رہے ہو کامریڈ ؟

ے ۹ : بھئی میں اپنی ٹانگیں چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

ے ۱۰ : بھئی میری پتلون گیلی ہے۔

ے ۹ : کوئی بات نہیں، میرے لئے اپنی ٹانگوں کی نمائش کرنے کی نسبت گیلی پتلون پہن لینا زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوگا (قریب آکر) لیکن تمہاری پتلون بھیگ کیسے گئی ؟

ے ۱۰ : مجھے جان بچانے کے لئے نہر میں کُودنا پڑا تھا۔

ریشماں : تمہاری ڈھول کہاں ہے ؟

ے ۱۰ : کامریڈ ریشماں ! آپ عجیب بات کرتی ہیں۔ ہمیں جان کے لالے پڑ گئے تھے اور تُم ڈھول کے متعلق پُوچھ رہی ہو۔

ے ۹ : کامریڈ ! تم ڈھول وُہیں چھوڑ آئے ؟

ے ۱۰ : (برہم ہوکر) تم اپنی پتلون کی بات کرو۔

ے ۹ : بھئی میری پتلون تو بھاگتے ہوئے سر سے گر پڑی تھی اور ایسا موقع نہ تھا کہ میں مُڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا لیکن میں اُس کے بدلے ایک شاندار تحفہ لایا ہوں۔

ے ۱۰ : وہ کیا ہے ؟

ے ۹ : (ایک بھاری بھرکم جُوتا بغل سے نکال کر کامریڈ ۱۰ کے آگے پھینکتے ہوئے) اسے

غور سے دیکھو۔ اس پر کم از کم ایک بھینس کی کھال صرف ہوئی ہو گی۔ یہ تمام دنیا کے جوتوں کا سردار ہے اور ثقافت کے دشمن اسے اسلحہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ میری خوش قسمتی تھی کہ یہ میری گردن سے چھوتا ہوا چند قدم آگے نکل گیا۔ اسے غور سے دیکھو، میرے دوست اور پھر اس دیو پیکر انسان کا تصور کرو جو اسے اٹھا کر میرے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ کاش میں اس کے پاؤں کا فوٹو لے کر کامریڈ الف دین کو دکھا سکتا۔

ع ۱ : لیکن یہ تمہارے ہاتھ کیسے آیا؟

م ۹ : (ٹانگیں پھیلا کر الاؤ کے سامنے بیٹھتے ہوئے) بھئی وہ دیو چند لڑکوں کے ساتھ میرا پیچھا کر رہا تھا۔ کماد کی طرف بھاگتے ہوئے کئی ڈھیلے اور کئی میڈیم سائز کے جوتے میری پیٹھ پر لگے۔ یہ مہلک ہتھیار جس پر لائسنس ہونا چاہیئے تھا میری طرف اس وقت پھینکا گیا تھا جب میں سرسوں کے کھیت سے نکل کر کماد کے کھیت میں داخل ہو رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کا نشانہ اچھا نہ تھا اور یہ جوتا میرے سر کو چھوتا ہوا کماد میں جا گرا۔ کماد کے گرد کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑ تھی لیکن وقت ایسا تھا کہ کئی لمبے لمبے کانٹے میرے پاؤں اور رانوں میں پیوست ہو گئے اور مجھے محسوس تک نہ ہوا۔ کماد میں داخل ہونے کے بعد وہ گھنگھرو جو تم نے زبردستی میرے پاؤں میں بندھوائے تھے میرے لئے مصیبت بنے ہوئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ ان کی چھن چھناہٹ تعاقب کرنے والوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ میں کچھ دیر دم بخود کھڑا رہا اور وہ لوگ باڑ پھلانگنے کی بجائے آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ میں ٹھہرتا ہوں، اور تم باہر سے کھیت کی دوسری طرف پہنچ جاؤ۔ دوسرا کہہ رہا تھا کہ اب واپس چلو جنازے کو دیر ہو رہی ہے۔ ایک اپنا جوتا تلاش کرنے پر مصر تھا لیکن پیچھے سے کسی نے آوازیں دیں اور وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ جوتا جنازے سے فارغ ہو کر تلاش

کرلیں گے۔ کامریڈ! میں نے وہاں پہنچ کر یہ عہد کیا تھا کہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے بعد میں ثقافت کی خدمت کے لیے کسی گاؤں کا رُخ نہیں کروں گا۔ کماد سے نکلتے وقت میں نے گھنگھرو ڈھول کر وہیں پھینک دئے۔ چند قدم آگے بڑھا تو ہماری ثقافت کا یہ ازلی اور ابدی دشمن میرے سامنے پڑا ہوا تھا۔ کماد سے نکلنے کے بعد میں راستہ بھول گیا تھا اور اب کئی میل بھٹکنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔ اب میں جو ڈائری کامریڈ الف دین کی خدمت میں پیش کروں گا، اُس کے کئی صفحات اس عظیم جوتے کے متعلق ہوں گے۔ اب تم اپنی سرگزشت سناؤ۔

نمبر ۱ : کامریڈ! تم نے کسی شریف آدمی کا آدھا جسم ڈھول کے اندر مقید دیکھا ہے؟

نمبر ۹ : (حیرت سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے) نہیں۔

نمبر ۱ : مجھ پر یہ مصیبت گزر چکی ہے۔ کامریڈ! اگر دونوں طرف سے ڈھول کا چمڑا پھٹ جائے اور پھر کسی شریف آدمی کو اس میں ٹھونس دیا جائے تو تصوّر کرو اُس کی کیا حالت ہو گی۔ سر اور چہرے کے سوا میرے جسم کا بالائی حصّہ کولہوں تک ڈھول کے اندر جکڑا ہوا تھا۔ اگر اُن کے سامنے جنازے میں شامل ہونے کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ میں اُن سے جان چھڑا کر گندم اور سرسوں کے کھیتوں میں بھاگتا ہوا نہر کے قریب پہنچا تو ایک دیہاتی جو ایک خوفناک بھینسے کا رسا پکڑے ہوئے تھا سرکنڈے اور جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر اچانک میرے سامنے آگیا۔ وہ بلند آواز میں کچھ اس قسم کا گیت گا رہا تھا :

ڈھول جانی تیری مہربانی

نمبر ۹ : ایسے نہیں۔ اصل مصرعہ یہ ہے ؎

ڈھول جانی ساڈی گلی آ تیری مہربانی

بھئی اس وقت موضوعِ بحث یہ نہیں کہ وہ کیا گا رہا تھا۔ ڈھول کا لفظ سُن کر مجھے شک

گویا کہ اُس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ میں پہلے تو ایک طرف ہٹ کر جھاڑی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب وہ اپنے خیال میں گاتا ہوا میرے قریب سے گزرنے لگا تو میں نے سوچا کہ اس ڈھول کی گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے السلام علیکم کہہ کر اس کا راستہ روک لیا۔ اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ زور سے ایک چیخ ماری اور بھینسے کا رسّا چھوڑ کر بھوت بھوت کہتا ہوا ایک طرف بھاگ نکلا۔ میں نے پوری قوت سے چیخ کر اُسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں بھوت نہیں ہوں لیکن اُس خدا کے بندے نے پیچھے مڑ کر دیکھنا گوارا نہ کیا۔ دفعتہً بھینسے کو خدا معلوم کیا سوجھی کہ اُس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں بھاگا۔ اور اگرچہ اس بے بسی کی حالت میں بھاگنا آسان کام نہ تھا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر میری رفتار ریکارڈ کی جاتی تو تم لوگ مجھے آئندہ کبھی یہ طعنہ نہ دیتے کہ میری ٹانگیں ٹیڑھی ہیں۔

ع ۹ : پھر کیا ہوا؟

ع ۱۰ : مجھے نہر میں چھلانگ لگانی پڑی اور کیا ہوتا۔

جھنڈو : اس نہر کا پانی زیادہ گہرا نہیں؟

ع ۱۰ : چچا جھنڈو! میں نے پانی ناپ کر چھلانگ نہیں لگائی تھی۔ اس ہیبت ناک بھینسے کے تیور دیکھنے کے بعد اگر مجھے طوفانی دریا میں چھلانگ لگانی پڑتی تو بھی میں تامل نہ کرتا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ پانی زیادہ گہرا نہ تھا لیکن میرے ہاتھ ڈھول کے اندر جکڑے ہوئے تھے اور میرے لئے نہر سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ میں بڑی مشکل سے اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ع ۹ : اور بھینسا کنارے پر کھڑا تمہاری طرف گھور رہا ہو گا؟

ع ۱۰ : شرم کرو کامریڈ! اس میں مذاق کی کون سی بات ہے۔

ع ۹ : اچھا یہ بتاؤ تم نہر سے باہر کیسے نکلے؟

۱۰ : جب سردی سے میرا جسم سُن ہونے لگا تو مَیں نے اپنی موت یقینی سمجھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ میری خوش قسمتی سے چند دیہاتی نہر کی پٹڑی پر آ رہے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی مجھے بھوت نہ سمجھ لیں۔ اس لئے میں نے دُہائی مچائی کہ ڈاکو مجھے ڈھول میں بند کر کے نہر میں پھینک گئے ہیں۔ ایک آدمی نے پانی میں چھلانگ لگائی اور مجھے اُٹھا کر کنارے پر رکھ دیا۔ پھر مجھ پر ایک اور مصیبت آئی۔ مَیں اُن سے یہ کہتا تھا کہ تم اس ڈھول کو توڑ ڈالو اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ اور وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ ڈھول کو توڑنا ٹھیک نہیں، ہم اسے کھینچ کر اُتار دیتے ہیں اور تم اس پر نیا چمڑا چڑھا کر کام میں لا سکو گے۔ میں نے اُنہیں سمجھایا کہ مجھے اِس ڈھول کی قطعاً ضرورت نہیں۔ تم اسے توڑ ڈالو۔ وہ کہنے لگے کہ بھئی تمہیں اس کی ضرورت نہیں تو ہم لے جائیں گے۔

ریشماں : پھر کیا ہوا ؟

۱۰ : پھر کیا ہونا تھا۔ اُنہوں نے اپنی ضد پوری کی اور ڈھول اُتار کر لے گئے۔

۹ : میرے خیال میں ایسا لباس پہننا مشکل ہے۔ اُتارنا تو کوئی مشکل نہیں :

۱۰ : بیوقوف ! جب مجھے ڈھول میں ٹھونسا گیا تھا تو میرے کپڑے خشک تھے لیکن بھیگنے کے بعد میرا کوٹ بھینسے کی کھال سے زیادہ موٹا ہو گیا تھا۔

۹ : کامریڈ ! افسوس ہے کہ مجھے اس بات کا خیال نہ آیا۔ تمہیں یقیناً بہت تکلیف ہوئی ہو گی۔

جھنڈو : اچھا بھئی ! اب کچھ کھا لو، تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔

(ریشماں ایک کپڑے کا ٹکڑا جس میں چاول بندھے ہوتے ہیں کھول کر ہارمونیم پر رکھ دیتی ہے۔)

۹ : یہ کیا ہے ؟

۱۰ : یہ پلاؤ ہے میرے دوست !

۹ : پلاؤ ! پلاؤ کہاں سے آیا ؟

نمبر ۱ : بھئی یہ رمضان شادی والے گھر سے لایا ہے۔
رمضان : بھئی شروع کرو۔ اب موٹر آنے والی ہے۔
نمبر ۱ : یعنی تمہارا مطلب ہے کہ ہم اسی طرح شروع کر دیں ؟
رمضان : اور کس طرح شروع کرو گے ؟
نمبر ۱ : بھئی میرا مطلب ہے کہ کوئی برتن وغیرہ ہونا چاہیئے۔
نمبر ۹ : (ہارمونیم کے قریب بیٹھ کر لقمہ اُٹھاتے ہوئے) یار تم سمجھتے ہو کہ تم کسی ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہو۔
نمبر ۱ : (آگے بڑھ کر لقمہ اُٹھاتے ہوئے) لیکن چچا جھنڈو ! آپ نہیں کھائیں گے ؟
جھنڈو : بھئی ہم اپنا حصّہ کھا چکے ہیں۔
(ریشماں ایک فلمی راگ گنگنانا شروع کر دیتی ہے۔ دوکاندار اُٹھ کر قریب آجاتا ہے) ۔
دکاندار : بھئی میں دکان بند کر کے گھر جا رہا ہوں۔ تمہارے کپڑے سُوکھے یا نہیں ؟
رمضان : بھئی سُوکھے تو نہیں ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اب اگر یہ پہن کر آگ کے سامنے بیٹھ جائیں تو جلد سُوکھ جائیں گے۔
نمبر ۱ : (نمبر ۹ سے) بھئی تم میری پتلون واپس کر دو !
نمبر ۹ : اور میں کیا کروں ؟ (دوکاندار سے) دیکھو جی ! انہوں نے زبردستی میری پتلون اُتروا کر میرے سر پر بندھوائی تھی اور اب یہ مجھ سے اپنی پتلون کا مُطالبہ کر رہے ہیں۔
دکاندار : بھئی مجھے تمہارے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہاری مجبوری کا خیال کرتے ہوئے میں تمہیں ایک لنگوٹا دے سکتا ہوں (دکان کی طرف مڑتا ہے) ۔
نمبر ۱ : (سرگوشی کے انداز میں) دیکھو کلرک ! میری پتلون اُتار دو ورنہ میں دوکاندار کو یہ بتا دُوں گا کہ اُس کا لنگوٹا کہاں ہے !
جھنڈو و ریشماں : ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ تم انہیں اپنی ایک چادر نکال دو۔

(ریشماں آگے بڑھ کر اپنا سوٹ کیس کھولتی ہے)۔

رمضان : لیکن چچا جھنڈو! ابھی موٹر آجائے گی اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔ اگر انہیں چادر کی ضرورت ہے تو دوکاندار کو پیسے دے کر خرید لیں۔

جھنڈو : برخوردار! یہ ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔

رمضان : کہاں ؟

جھنڈو : ہمارے شہر میں۔

رمضان : لیکن چچا انہیں لاہور جانا ہے اور لاہور دوسری طرف ہے۔

۹ : بھائی! ہمیں لاہور جانے کی جلدی نہیں۔ ابھی ہمیں بہت کچھ دیکھنا ہے۔

رمضان : لیکن تم اپنی قیمتی پتلون تلاش نہیں کرو گے۔ میرے خیال میں تو دوکاندار کے ساتھ اس کے گاؤں چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں رات گزارنے کو جگہ مل جائے گی۔ اس کے بعد علی الصباح وہاں جا کر پتلون تلاش کر لینا۔ خواہ مخواہ نقصان اٹھانے سے فائدہ ؟

۹ : بھئی پتلون سے میری جان زیادہ قیمتی ہے۔

ریشماں : (چادر نکالتے ہوئے) اِسے کون پہنے گا ؟

۹ : یہ مجھے دیجئے۔ اِس بھیگی ہوئی پتلون میں میری ٹانگیں تخ ہو گئی ہیں۔

ریشماں : (۱۰ کی طرف متوجہ ہو کر) تمہاری قمیض ابھی تک نہیں سوکھی۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنی قمیص دے سکتی ہوں۔ اس کا رنگ ذرا شوخ ہے۔ لیکن رات کے وقت کسی کو کیا پتہ چلے گا۔

رمضان : نہیں ریشماں! یہ تمہاری قمیص کیسے پہن سکتا ہے!

۱۰ : کامریڈ رمضان! یہ ایک مجبوری امر ہے لیکن تم اطمینان رکھو میں شہر پہنچتے ہی کامریڈ ریشماں کی قمیص شکریہ کے ساتھ واپس کر دوں گا۔

(ریشماں ایک گلابی رنگ کی ساٹن کی قمیص نکال کر کامریڈ ۱۰ کو پیش کرتی ہے۔

کامریڈ نمبر ۹ اور نمبر ۱ کپڑے تبدیل کرنے کے لئے الاؤ سے ذرا دُور چلے جاتے ہیں۔

رمضان: (دبی زبان سے شکایت کے لہجے میں) چچا جھنڈو! تم نے ہمیں خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اب ان سے پیچھا چھڑانے کا کوئی طریقہ سوچو۔

ریشماں: (برہم ہو کر) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان کے متعلق اتنے پریشان کیوں ہو!

رمضان: مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں اس وقت ہوش آئے گا جب کسی گاؤں کے لوگ اِس قسم کے جوتے اُٹھا کر ہمارے پیچھے بھاگیں گے۔

جھنڈو: رمضان! تم بالکل بیوقوف ہو۔ ہمیں روٹی کمانے کے لئے ایسے پڑھے لکھے اور ہوشیار ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے لئے یہ مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ ریشماں کو کوئی ہوشیار ساتھی مل جائے اور وہ لڑکا جس نے اپنے ساتھی کی پتلون چھین کر پہن لی تھی مجھے کافی چلتا پرزہ معلوم ہوتا ہے۔

دکاندار: (واپس آکر) ارے یار! وہ لنگوٹا مجھے نہیں ملتا۔ میں نے صبح نہا کر سُوکھنے کے لئے رکھ دیا تھا۔ اب معلوم نہیں اُسے کون لے گیا ہے۔ (نمبر ۹ اور نمبر ۱ تاریکی سے نمودار ہوتے ہیں)۔

نمبر ۱: بھائی! ہمیں آپ کے لنگوٹے کی ضرورت نہیں (دوکاندار کو اُس کے کپڑے واپس دیتا ہے)۔

رمضان: بھائی اب تیار ہو جاؤ۔ شاید موٹر آ رہی ہے۔

دکاندار: (کپڑے پہنتے ہوئے) بھئی مَیں تمہارے جانے سے پہلے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم لنڈا کوٹ کیا لینے گئے تھے؟

نمبر ۹: (سامنے پڑا ہوا جُوتا اُٹھا کر دوکاندار کو دکھاتے ہوئے) بھئی! لنڈا کوٹ ہم اس عجیب و غریب شے کی تلاش میں گئے تھے۔ تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی چیز دیکھی ہے؟

دکاندار: جی ہاں! یہ جوتا کافی بڑا ہے۔ لیکن اگر تم مجھے بتاتے تو تمہیں لنڈا کوٹ جانے کی

ضرورت پیش نہ آتی۔ ہمارے اپنے گاؤں کے ایک آدمی کا جُوتا اس سے چھوٹا نہیں ہوگا۔

م ۹: اور آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے جُوتے سے کتنے آدمی ہلاک کئے ہیں؟

دکاندار: بھائی صاحب! جُوتے مار کر کسی کی بے عزّتی کی جا سکتی ہے۔ اُسے ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔

ساتواں منظر

(رات کی تاریکی میں جھنڈو، ریشماں، رمضان، کامریڈ ۹ اور ۱ ایک گلی میں داخل ہوتے ہیں۔ کامریڈ ۹ اور ۱ اپنے سائیکل تھامے ہوئے ہیں اور رمضان دوسرے ساز و سامان سے لدا ہوا ہے)۔

۹ : یار یہ کیسا شہر ہے۔ یہاں تو کسی انسان کی آواز تک سنائی نہیں دیتی اور موٹر کے اڈے پر بھی ہمیں دو کتّوں کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

جھنڈو : بھئی ہر شہر لاہور کی طرح تو نہیں ہوتا اور یہ ہمارا محلہ تو شہر سے بالکل باہر ہے۔

رمضان : چچا! آپ کے گھر میں ان کو تکلیف ہوگی۔ میں سامان رکھ کر شہر میں لے جاؤں گا۔

۱ : شہر میں کوئی ہوٹل ہے ؟

رمضان : ہوٹل تو کوئی نہیں۔ البتہ ایک نانبائی کی دکان پر آپ کے لئے کمرے اور کھاٹوں کا انتظام ضرور ہو جائے گا۔ مسافر عام طور پر وہیں ٹھہرتے ہیں۔

جھنڈو : نہیں بھئی! یہ ہمارے مہمان ہیں۔ تم سامان رکھتے ہی اپنے گھر جاؤ اور وہاں سے ایک کھاٹ اور بستر لے آؤ۔ دوسری کھاٹ اور بستر کا انتظام ہم کر لیں گے۔

رمضان : نہیں چچا! مجھ میں اب اپنے گھر جا کر واپس آنے کی ہمّت نہیں۔ اگر کھاٹ اور بستر منگوانا ہے تو انہیں میرے ساتھ بھیج دیجئے۔

ع۱ : اگر تمہارا گھر زیادہ دُور نہیں تو میرا ساتھی تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔

رمضان : لیکن میرا گاؤں شہر کی دُوسری طرف ہے۔

ع۹ : بھئی میں نہیں جاؤں گا۔ چچا جھنڈو! تم کسی پڑوسی سے بستر کیوں نہیں مانگ لیتے۔

جھنڈو : بھئی اگر کسی پڑوسی سے ہم بستر اور کھاٹ مانگیں گے تو اُسے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اِس وقت ہمارے گھر کون آیا ہے اور میرے لئے اس سوال کا جواب بہت مشکل ہوگا۔

رمضان : دیکھو جی! تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ پڑوس کے لوگ باتیں بنائیں گے۔

رشیاں : باتیں بنانے والوں کے ساتھ مَیں نپٹ لُوں گی۔ اس وقت ہم اُنہیں کیسے دھکا دے سکتے ہیں۔ بابا! ہمارے پاس ایک کھاٹ فالتو ہے۔ میں اپنی کھاٹ بھی انہیں دے دوں گی اور خُود فرش پر سو جاؤں گی۔

ع۹ : نہیں نہیں! ہم آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ اگر بستروں کا انتظام نہ ہو سکے تو ہم دونوں فرش پر سو جائیں گے۔

جھنڈو : اگر آپ فرش پر سو سکیں تو بستروں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارے مکان کی ایک کوٹھڑی میں گھاس پھُوس بچھی ہوئی ہے اور آپ کے لئے صرف دو لحاف کافی ہونگے اور ان کے لئے ہمیں کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

رمضان : بھئی اگر تم لوگ آرام چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں گنّے کا ٹھنڈا رس پلاؤنگا۔ میں تمہیں گرم گرم گُڑ کھلاؤں گا۔ اور تم گنڈیال کے اندر مزے کی نیند سوؤ گے۔

ع۱ : گنڈیال کیا ہوتا ہے؟

رمضان : گنڈیال اُس کمرے کو کہتے ہیں جہاں گُڑ بنایا جاتا ہے۔ یہ کمرہ بہت گرم ہوتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں سونا پسند کریں گے۔

۱۰ : نہیں بھئی! اب ہم میں چلنے کی ہمت نہیں۔ چچا جھنڈو! آپ کا گھر کتنی دُور ہے؟

جھنڈو : بس اب ہم پہنچ گئے۔

رمضان : (۹ سے) بھئی تم کہتے تھے کہ تمہیں صبح ہوتے ہی شلوار یا پاجامے کی ضرورت پڑے گی۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ لاہور جانے والی موٹر بھی ہمارے گاؤں کے پاس سے گزرتی ہے۔ میں تمہیں پہلی موٹر پر ہی سوار کروا دُوں گا۔

۱۰ : بھائی تم میرے ساتھی کے لیئے پاجامے یا شلوار کا انتظام کرو۔ لاہور جانے کے متعلق ہم صبح فیصلہ کریں گے۔

رمضان : بھئی وہ گاؤں لاہور جانے والی سڑک کے بالکل قریب ہے اور تمہیں موٹر پر سوار ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں تمہیں صبح سویرے چودھری خدا بخش کے رہٹ پر لے جاؤں گا۔

۱۰ : چودھری خدا بخش کے رہٹ پر ہمارا کیا کام ہے؟

رمضان : بھئی صبح سویرے رہٹ کے تازہ پانی میں نہانے سے تمہاری طبیعت کُھل جائیگی۔

۹ : میرے دوست! تم ہمیں خودکشی کا کوئی آسان طریقہ نہیں بتا سکتے؟

رمضان : میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ تم تازہ پانی میں نہانا پسند نہیں کرتے؟

۱۰ : بھئی تم ہمیں تازہ پانی میں نہلانے کی دعوت دینے کی بجائے کہیں سے ایک پتلون سلوانے کا انتظام کر سکو تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔

رمضان : میں گاؤں جانے سے پہلے تمہیں شہر کے ایک درزی کے گھر لے چلوں گا۔ اگر وہ صبح تک پتلون تیار نہ کر سکا تو کم از کم ایک شلوار یا پاجامہ ضرور سی دے گا۔

رشیاں : یہ تھکے ہوئے ہیں۔ تم انہیں ساتھ لے جانے پر ضد کیوں کرتے ہو؟

۹ : ہاں بھائی ! ہم بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تم پیسے لے جاؤ اور صبح تک ہمیں ایک پاجامہ تیار کروا دو۔ پاجامے کی لمبائی اگر تمہارے ناپ سے دو انچ کم ہو تو وہ مجھے ٹھیک آجائے گا۔

رمضان : دیکھو بابوجی ! تمہیں بھنگڑا دیکھنے کا شوق ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں گاؤں کے دو چار لڑکوں کی منت سماجت کر کے تمہارا شوق پورا کر دوں گا۔ ہم انہیں گاؤں سے دور کسی کھیت میں لے جائیں گے۔

۱۰ : بھائی ہمارے حال پر رحم کرو۔ ہمیں اب بھنگڑا دیکھنے کا کوئی شوق نہیں رہا۔ ہم اب صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم کسی اور حادثے کا سامنا کئے بغیر لاہور پہنچ جائیں۔

(یہ لوگ ایک گلی کے آخری سرے پر ایک مکان کے دروازے پر رکتے ہیں اور جھنڈو اپنا حقہ نیچے رکھ کر تالا کھولنے میں مصروف ہو جاتا ہے)

آٹھواں منظر

کچے مکان کے ایک چھوٹے سے کمرے کی دیوار کے طاقچے میں مٹی کا دیا جل رہا ہے۔ کامریڈ ۹ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ایک نوٹ بک پر کچھ لکھنے میں مصروف ہے۔ اُس کا آدھا جسم ایک میلے کچیلے لحاف کے اندر چھپا ہوا ہے۔ کامریڈ ۱۰ اُس کے قریب فرش پر سو رہا ہے اور اُس کے بوسیدہ لحاف کے کناروں پر میل کی تہیں جمی ہوئی ہیں۔ دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ دو سائیکلیں کھڑی ہیں۔ برابر کے کمرے سے چھنڈو کے خراٹے سنائی دے رہے ہیں۔ ۱۰ کروٹ بدلتا ہے اور چند بار اپنی گردن، پیٹھ اور سینہ کھجانے کے بعد لحاف ایک طرف پھینک دیتا ہے اور اضطراب کی حالت میں اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

۹ : کیا بات ہے کامریڈ ؟

۱۰ : بھئی یہاں ڈی۔ڈی۔ٹی نہیں ہے ؟

۹ : ڈی۔ڈی۔ٹی کیا کرو گے ؟

۱۰ : یار! میرے جسم پر جوئیں بھنگڑا ڈال رہی ہیں۔

۹ : بھئی ڈی۔ڈی۔ٹی یہاں کیسے مل سکتی ہے۔ اب آرام سے پڑے رہو۔

نمبر ۱۰ : دیکھو جھنڈو کس مزے سے خراٹے لے رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوئیں اُسے لوریاں دے رہی ہیں۔ تم کیا لکھ رہے ہو؟

نمبر ۹ : یار، خدا کے لئے مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں ایک شاندار ناول کا پلاٹ تیار کر رہا ہوں۔

نمبر ۱۰ : یہ ناول کا پلاٹ تیار کرنے کا کونسا وقت ہے اور تمہارا ناول پڑھے گا کون؟

نمبر ۹ : کامریڈ! اس ناول کا پلاٹ ایسا ہے کہ سارے ملک میں تہلکہ مچ جائے گا اور میری یہ کوشش ہوگی کہ اس میں ایک کامیاب فلمی کہانی کے تمام لوازمات جمع کر دئے جائیں میں لاہور پہنچتے ہی کامریڈ الف دین سے یہ مطالبہ کروں گا کہ اگر تم ثقافت کی مہم میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی تاخیر کے بغیر اس ناول کو چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کرو۔ ورنہ کم از کم کسی کمپنی کو اس کی فلم تیار کرنے پر آمادہ کرو۔ کامریڈ! ذرا غور سے سنو۔ اس وقت مجھے وہ باتیں سوجھ رہی ہیں جو آج تک کسی کے ذہن میں نہیں آئیں۔ میرے ناول کی ہیروئن ایک دیہاتی لڑکی ہے جو پیدائشی آرٹسٹ ہے۔ اس کا سینہ نغموں سے لبریز ہے۔ وہ بچپن میں اگر روتی بھی ہے تو اُس کے گلے سے بھیرویں اور مالکوس اور شام کلیان کی تانیں نکلتی ہیں۔ اُس کے مکان کے صحن میں آم کا ایک درخت ہے اور جب وہ ذرا بڑی ہو کر گنگنانے لگتی ہے تو پرندے آم کی ڈالیوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔ بوڑھے باپ کو معلوم ہے کہ میری لڑکی ایک آرٹسٹ ہے قدرت نے اُسے ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے منتخب کیا ہے لیکن رجعت پسندوں کے سماج کے ٹھیکیدار اُس کے رُوح پرور نغمے سن کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ موسم بہار کی چاندنی راتوں میں جب گاؤں کے لوگ سو جاتے ہیں تو وہ دبے پاؤں باہر نکل جاتی ہے۔ سنسان کھیتوں میں پہنچ کر اُس کے سینے سے نغموں کا سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ ہواؤں میں سرسراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور درخت جھوم اُٹھتے ہیں:

چاند قہقہے لگاتا ہے۔ ستارے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ وہ سرسوں کے کھیت میں رقص کرتی ہے اور آسمان سے شبنم کے موتیوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ وقت کی نبضیں رُک جاتی ہیں اور اچانک وہ ماضی لوٹ آتا ہے جس کی آغوش میں ہماری ثقافت کے خزانے دفن ہیں۔ موہنجوڈارو اور ہڑپّہ کے کھنڈر آباد ہو جاتے ہیں وہاں سے پریوں کے جھرمٹ نمودار ہوتے ہیں اور اس لڑکی کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔

۱۰ : خدا کے لئے اب اس تمہید کو مختصر کرو۔ میں تمہاری کہانی کا پلاٹ سننا چاہتا ہوں۔

۹ : کہانی کا پلاٹ یہ ہے کہ اس لڑکی کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا ہے۔ ایک رات اس کی بھینس یا گائے کا رسّا کھل جاتا ہے اور وہ کھیتوں کی طرف بھاگ نکلتی ہے۔ نوجوان اُس کی تلاش کے لئے نکلتا ہے تو اُسے یہ لڑکی سرسوں کے ایک کھیت میں گاتی اور رقص کرتی دکھائی دیتی ہے اور وہ چھپ کر اُس کو دیکھتا رہتا ہے۔

۱۰ : یار تم نرے اُلّو ہو۔ یہ ناچ سرسوں کے کھیت کے بغیر نہیں ہو سکتا ؟

۹ : سرسوں کے کھیت پر تمہیں کیا اعتراض ہے ؟

۱۰ : سرسوں کے کھیت پر مجھے یہ اعتراض ہے کہ اس میں چلنا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میں آج بھاگتے وقت سرسوں کے ایک کھیت میں تین بار گرا تھا۔

۹ : تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کی ٹانگیں تمہاری طرح ٹیڑھی اور کمزور ہوں۔ میں ایک صحت مند دیہاتی لڑکی کا ذکر کر رہا ہوں۔

۱۰ : کامریڈ! تم ذاتی حملے کر رہے ہو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری ہیروئن سرسوں کے کھیت کے بغیر کیوں نہیں ناچ سکتی ؟

۹ : یار تم عجیب آدمی ہو۔ میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ جب وہ ناچتی ہے تو پھول کھلنے لگتے ہیں اور دیہات کے سفر میں مَیں نے سرسوں کے سوا کسی اور چیز کے پھول نہیں دیکھے۔

م ۱۰ : لیکن میں یہ کہتا ہُوں کہ سرسوں کے کھیت میں ناچنا ناممکن ہے۔ وہاں پاؤں پودوں میں اُلجھ جاتے ہیں اور ناچنے والا گر پڑتا ہے۔

ر ۹ : میرے دوست، جب تم گرے تھے تو تم نے ڈھول پہن رکھا تھا۔ لیکن اگر تمہیں اس بات سے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو یوں سمجھ لو کہ میری ہیروئن سرسوں کے کھیت کے پاس کسی خالی کھیت یا کھُلے میدان میں ناچ رہی ہے۔

م ۱۰ : اچھا اب پلاٹ سُناؤ مجھے۔

ر ۹ : جب طلوعِ سحر کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو یہ لڑکی اپنے گھر کی طرف بھاگتی ہے اور وہ نوجوان دبے پاؤں اُس کا پیچھا کرتا ہے۔ اگلی شام وہ اُس کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے اور جب وہ حسبِ معمول گھر سے نکلتی ہے تو وہ پیچھا کرتا ہے۔ یہ نوجوان فطرتاً رجعت پسند ہے۔ اُس کی حالت یہ ہے کہ وہ رات کے وقت چھُپ چھُپ کر اُس کا ناچ دیکھتا ہے اور دن کے وقت اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے لیکن بالآخر ایک طویل ذہنی کشمکش کے بعد وہ فطرت کے تقاضوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ایک رات جب یہ لڑکی وارفتگی کی حالت میں ناچ رہی ہوتی ہے تو وہ جھجکتے جھجکتے آگے بڑھتا ہے اور اُس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ وہ دونوں ناچتے ہیں اور فضا مسّرت کے نغموں سے لبریز ہو جاتی ہے۔ بالآخر وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ ہیرو کچھ دیر جھجکنے اور شرمانے کے بعد ہیروئن سے اظہارِ محبّت کرتا ہے اور وہ اُسے یہ سمجھاتی ہے کہ تمہیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ میری زندگی کا ایک مقصد ہے۔ میں اپنے گاؤں کی پُرسکون اور اُداس زندگی میں ایک ہنگامہ پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ میں اس مُلک کی قدیم ثقافت کو زندہ کرنا چاہتی ہُوں میں ماضی کا وہ حسین دَور واپس لانا چاہتی ہُوں جب چوڑے چکلے جوان اور اُلّھڑ دوشیزائیں گھُٹ گھُٹ کر جان دینے کی بجائے ناچ کر اپنے جذبات کا

اظہار کیا کرتے تھے۔ میں ان آہنی زنجیروں کو توڑنے کا فیصلہ کر چکی ہوں جن کے بوجھ سے ہماری قومی ثقافت کراہ رہی ہے۔ میں سماج کے رجعت پسند ٹھیکیداروں کو بتانا چاہتی ہوں کہ اب ہم آزاد ہیں اور ایک آزاد قوم کی ثقافت زیادہ عرصہ پابندِ سلاسل نہیں رہ سکتی۔ اگر تم میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو یہ اچھی طرح سوچ لو کہ تمہیں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔ ہیرو اُسے یقین دلاتا ہے کہ میں تمہاری ایک مسکراہٹ کے بدلے تمام عمر ناچنے اور گانے کے لئے تیار ہوں۔ غرض یہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ثقافت کا بول بالا کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

ع ۱۰ : میرے دوست! تم ایک بنیادی غلطی کر رہے ہو۔ تمہارے پلاٹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دیہاتی لڑکی کامریڈ الف دین کی کلاس فیلو ہے۔ اور اُس کے ذہن میں ثقافت کا وہی مفہوم ہے جو ہم لوگ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان لوگوں کے کانوں کے لئے ثقافت کا لفظ تک اجنبی ہے۔

ع ۹ : کامریڈ! میرا مقصد لڑکی کی قابلیت کا امتحان لینا نہیں۔ بلکہ میں تو کسی نہ کسی طرح دیہاتی عوام کے ذہن میں یہ بات ٹھونسنا چاہتا ہوں کہ جب تک وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رقص اور موسیقی کی اہمیت محسوس نہیں کریں گے، وہ زندگی کی صحیح مسرتوں اور راحتوں سے آشنا نہیں ہوں گے۔ تم سارا پلاٹ سُن لو اور اُس کے بعد اگر تم نے کوئی معقول اعتراض کیا تو میں تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ ہیرو اور ہیروئن ثقافت کی خدمت کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کرتے ہیں اور ایک مشترک مقصد کے باعث اُن کی محبت بڑی تیزی کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ اس کے بعد میں اپنی کہانی کے وِلن کا کردار پیش کرتا ہوں۔ یہ گاؤں کا رجعت پسند چودھری ہے۔

ع ۱۰ : نہیں! نہیں! تمہاری کہانی کا وِلن گاؤں کا مولوی ہونا چاہیئے جسے ہر وقت لوگوں کی

عاقبت سنوارنے کی فکر رہتی ہے۔ گاؤں کے چودھری کو تم ہیرو کے رقیب کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہو۔ لیکن ہیروئن کے بیشتر مصائب کی ذمہ داری تمہیں مولوی پر ڈالنی چاہیئے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ ثقافت کے مورچے سے ہم جو تیر چلانا چاہتے ہیں۔ اس کا پہلا ہدف وہ لوگ ہونے چاہئیں جو مذہب کی ڈھال لے کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۹ : میں اس قیمتی مشورے کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری کہانی کا پلاٹ یوں ہو گا کہ گاؤں کے لوگوں کو ہیرو اور ہیروئن کے تعلقات کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ مولوی کو خبردار کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف گاؤں کا چودھری بھی ہیروئن پر فریفتہ ہو چکا ہے اور اس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ وہ پہلے لڑکی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے دولت کا لالچ دیتا ہے۔ لیکن لڑکی اُسے یہ جواب دیتی ہے کہ میں ثقافت کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ میرا جیون ساتھی صرف وہ ہو سکتا ہے جو اس ملک میں ثقافت کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو۔ چودھری اُسے کہتا ہے کہ جس نوجوان پر تم فریفتہ ہو وہ تمہیں دو وقت کی روٹی بھی نہیں دے سکتا۔ اور میں تمہارے قدموں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر لگا سکتا ہوں۔ اور لڑکی یہ جواب دیتی ہے کہ تم سونے اور چاندی سے میری رُوح کی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ تم مجھے گھر کی چار دیواری میں قید رکھنا چاہتے ہو اور میں وہ پھول ہوں جسے تر و تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ پھر وہ دھمکیاں دیتا ہے۔ لیکن ہڑپہ اور موہنجوڈارو اور ٹیکسلا کی ثقافت کی بیٹی اُس کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتی۔ لڑکی سے مایوس ہونے کے بعد گاؤں کا چودھری یہ معاملہ مولوی کے پاس لے جاتا ہے۔ مولوی یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں اُس نوجوان کو لڑکی سے متنفر کرنے کی کوشش کروں گا۔ مولوی ہیرو کو بلاتا ہے اور اُسے یہ سمجھاتا ہے کہ اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی اور اسی طرح ایک آوارہ

لڑکی کے پیچھے بھاگتے رہے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا انجام بہت بُرا ہوگا۔ مولوی کے وعظ و نصیحت کے باعث اس داستان کے ہیرو کی رجعت پسندی اُس کے جذبۂ عشق و وفا پر غالب آتی ہے اور وہ رات کے وقت کھیتوں میں لڑکی کا پیچھا کرنے کا مشغلہ ترک کر دیتا ہے۔ لڑکی تین راتیں مسلسل کئی کئی گھنٹے کھیتوں میں اُس کا انتظار کرتی ہے لیکن وہ نہیں آتا۔ وہ ناچنا چاہتی ہے لیکن اُس کی ٹانگیں جواب دے جاتی ہیں۔ وہ گانے کی کوشش کرتی ہے لیکن اُس کی آواز حلق سے باہر نہیں نکلتی۔ بالآخر وہ بیمار ہو جاتی ہے۔

ر ۱۰ : قطع کلام معاف! اس عرصہ میں گاؤں کا چودھری اور مولوی کچھ نہیں کرتے ؟

ر ۹ : چودھری ایک ہوشیار آدمی ہے اور وہ جلد بازی سے کام لے کر لڑکی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتا۔ اُسے اس بات کا یقین ہے کہ اپنے عاشق سے مایوس ہونے کے بعد وہ خود بخود اس کی طرف مائل ہو جائے گی۔ اس لئے وہ لڑکی کا پیچھا کرنے کی بجائے ہیرو کے گھر پر پہرہ دینا زیادہ سود مند سمجھتا ہے۔ تاکہ لڑکی کے ساتھ اُس کی دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے۔ مولوی اُس کا آلۂ کار ہے اور وہ لڑکی کے باپ کو یہ سمجھاتا ہے کہ وہ چودھری کے گھر میں سکھی رہے گی۔ وہ جوان ہے، دولت مند ہے، نیک ہے اور خوب صورت بھی ہے۔ تم اور کیا چاہتے ہو؟

ر ۱۰ : ارے یار! تم بھی غضب کرتے ہو۔ اس میں چودھری کی شکل و صورت کا مرزا الف دین سے زیادہ بھونڈی ہونی چاہیئے۔ ورنہ یہ کہانی ایک مذاق بن کر رہ جائے گی۔

ر ۹ : میں پہلے ہی یہ محسوس کرتا تھا کہ تم یہاں پر اعتراض کرو گے۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری ہیروئن ثقافت کی خدمت سے متعلق عظیم ترین قربانیاں دینے کے لئے تیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایک کھاتے پیتے خوش وضع نوجوان کے ازدواجی مسرتوں کی پیشکش ٹھکرا دیتی ہے۔ اگر تم یہ بات ذہن میں رکھو کہ یہ لڑکی اس ناول کی ہیروئن

ہے جس کا مقصد رقص اور موسیقی کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرنا ہے تو مجھے یقین ہے کہ نہیں اس بات سے قطعاً تکلیف نہیں ہوگی کہ ہیروئن جس نوجوان کو ٹھکرا دیتی ہے وہ مالدار بھی ہے اور خوش شکل بھی۔ وہ ہیرو کو صرف اس لئے ترجیح دیتی ہے کہ وہ ترقی پسند ہے اور ناچ گانے سے اُس کی رُوح کی پیاس بجھا سکتا ہے۔

ے ۱۰: میرے دوست! میں اپنا اعتراض واپس لیتا ہوں اور آج اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تم اپنے دَور کے عظیم ترین ناول نگار ہو۔ یہ باریک نکتہ صرف تمہارے دماغ میں آسکتا ہے۔ میں تمہارے اس شاہکار کا دیباچہ لکھوں گا اور کامریڈ الف دین سے مطالبہ کروں گا کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر اس کے فلمانے کا انتظام کرے۔

ے ۹: شکریہ! بہت بہت شکریہ!! اب ذرا کہانی سُنو۔ لڑکی کا باپ غریب ہے اور اگرچہ وہ بھی اپنی صاحبزادی کی طرح آرٹ اور کلچر کا دلدادہ ہے لیکن لالچ میں آکر چودھری کے ساتھ اس کی منگنی کر دیتا ہے اور لڑکی کی گریہ وزاری سے کان بند کر لیتا ہے۔ غم زدہ لڑکی زیادہ بیمار ہو جاتی ہے اور اُس کی سہیلیاں ہیرو کو بے وفائی اور بزدلی کا طعنہ دیتی ہیں یہ بات ہیرو کی سمجھ میں آجاتی ہے کہ مولوی نے چودھری کا راستہ صاف کرنے کے لئے اُسے بے وقوف بنایا ہے۔ اس کا دل سماج کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اُس کی رُوحانی اور اخلاقی قدریں یکسر بدل جاتی ہیں۔ اب اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس رجعت پسندی اور پس ماندگی کے خلاف ثقافت کے مورچے میں بیٹھ کر ہی ایک کامیاب جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ وہ ہیروئن کے ساتھ اپنی وابستگی کو ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ ان کھیتوں میں جاتا ہے جہاں وہ رقص کیا کرتے تھے اور اُداس اور مغموم درختوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ اب میری زندگی کا ہر سانس ثقافت کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ میں اپنے گاؤں کے نوجوانوں کو رجعت پسندی کے چنگل سے چھڑانے کے لئے ناچ اور گانے کی تربیت

دوں گا۔ ہیروئن کے گھر کے دروازے پر چودھری نے اپنے آدمیوں کا پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ اِس لئے بدنصیب ہیرو وہاں نہیں جا سکتا۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ اُن کی زندگی کے راستے بہت جلد ایک دُوسرے سے آملیں گے۔ وہ اپنے چند دستوں کو جمع کر کے رات کے وقت کھیتوں میں لے جاتا ہے اور اُنہیں ماہیا سُناتا ہے۔ جب وہ چند گانے سیکھ جاتے ہیں تو وہ ایک ڈھول خریدتا ہے اور اُنہیں بھنگڑا ناچ سکھاتا ہے۔ گاؤں کے نوجوانوں میں زندگی کا ایک نیا ولولہ جاگ اُٹھتا ہے اور اُس کے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ دوسری طرف ہیروئن کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا عاشقِ زار راہِ راست پر آگیا ہے اور اس کے ساتھ ثقافت کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے کئی نوجوان میدان میں آگئے ہیں تو اس کی بیماری دُور ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دل میں زندگی کی نئی دھڑکنیں محسُوس کرتی ہے۔ ایک دن وہ اپنی تمام سہیلیوں کو جمع کرتی ہے اور ثقافت کی بے بسی کے موضوع پر ایک پُرجوش تقریر کرتی ہے۔ اختتام پر وہ یہ کہتی ہے کہ میری مظلوُم بہنو! اب وقت آگیا ہے کہ ہم متحد اور منظم ہو کر ان رجعت پسند مردوں کے دماغ درست کرنے کی کوشش کریں جنہوں نے ہماری ثقافت کی آزادی پر توہمات کے پہرے بٹھا رکھے ہیں۔

اس کے بعد ہیروئن کے گھر کی چار دیواری کے اندر ہلکے پھُلکے ثقافتی مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں اور گاؤں کے رجعت پسند یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے کھیتوں اور ان کے گھروں میں ایک خطرناک تحریک کا مواد پک رہا ہے۔ گاؤں کا مولوی جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی تعداد بدستور کم ہو رہی ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ دن رات تقریریں کر کے گاؤں کے لوگوں میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ گاؤں کی پنچایت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ہیرو اور ہیروئن کو اُن کے والدین سمیت گاؤں سے نکال دیا جائے لیکن چودھری اُنہیں یہ سمجھاتا ہے کہ یہ لڑکی بےقصور

ہے۔ اُسے اِس نوجوان نے ورغلا کر غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ میں آج ہی اس کا دماغ ٹھیک کر دُوں گا۔ رات کے وقت ہیرو ڈھول بجا رہا ہے اور اُس کے ساتھی بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔ چودھری پچاس ساٹھ غنڈوں کے لشکر کے ساتھ دھاوا بول دیتا ہے۔ ہیرو کے ترقی پسند ساتھی تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ نکلتے ہیں لیکن اُسے پکڑ لیا جاتا ہے۔ چودھری ڈھول اُٹھا کر اُس کے سر پر دے مارتا ہے اور جس طرح تم ڈھول میں پھنس گئے تھے اسی طرح وہ بھی پھنس جاتا ہے۔ چودھری کے ساتھی اُسے چوتم پیزار کرتے اور دھکے دیتے ہوئے دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ادھر ہیروئن کو اس صورتِ حال کا علم ہوتا ہے تو وہ گھر سے نکل کر بھاگتی ہوئی کھیتوں کا رُخ کرتی ہے۔ دریا کے کنارے ڈھول میں پھنسے ہوئے ہیرو کو چودھری کے آدمی قتل کی دھمکیاں دینے کے بعد یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم یہ وعدہ کرو کہ تم دوبارہ گاؤں میں بھنگڑا ناچ کا پرچار نہیں کرو گے تو تمہاری جان بچ سکتی ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنا مقصد زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ لوگ اُسے دریا میں پھینک دیتے ہیں۔ جب وہ بہتا ہوا گہرے پانی میں چلا جاتا ہے تو ہیروئن پہنچ جاتی ہے۔ اُسے ہیرو کی چیخیں سُنائی دیتی ہیں تو وہ بھی پانی میں کُود پڑتی ہے اور تیزی سے آگے بڑھ کر اُسے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈھول میں پھنسے ہوئے آدمی کو نکالنا آسان کام نہیں ہوتا اور یہ لڑکی اچھی پیراک بھی نہیں تماشائی چاند کی روشنی میں یہ اندوہناک منظر دیکھتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن بدستور منجدھار کی طرف جا رہے ہیں۔ چودھری کچھ دیر مبہوت کھڑا رہتا ہے اور پھر پُوری قوت سے چلاتا ہے نادان لڑکی! واپس آجاؤ۔ تم اُسے نہیں بچا سکتیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں ناچ اور گانے سے منع نہیں کروں گا۔ لڑکی جواب دیتی ہے۔ میرا مرنا اور جینا اُس کے ساتھ ہے۔ میں واپس نہیں آؤں گی۔ چودھری اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر

چلاتا ہے۔ بھائیو! انہیں بچاؤ، انہیں بچاؤ اور اس کے ساتھ ہی دریا میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔ کئی اور لوگ بھی دریا میں کود پڑتے ہیں۔ چودھری تیزی سے تیرتا ہُوا اُن کے قریب پہنچتا ہے۔ لڑکی ڈھول کی رسّی پکڑ کر ہیرو کو ڈُوبنے سے بچانے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ چودھری لڑکی کو سہارا دینے کی کوشش کرتا ہے اور اُسے سمجھاتا ہے کہ ڈھول کی رسّی چھوڑ دو۔ ورنہ تم دونوں ڈوب جاؤ گے۔ لڑکی فیصلہ کُن انداز میں کہتی ہے کہ مجھے اس کے ساتھ ڈوب مرنا منظور ہے اور ہیرو بھی یہ کہتا ہے کہ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں تم ثقافت کے دشمن ہو اور تمہاری کم از کم سزا یہی ہو سکتی ہے کہ تم باقی تمام عمر ہمارے خونِ ناحق پر پشیمان رہو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم دونوں زندہ رہیں تو تمہیں یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ تم ثقافت کی ترقی کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاؤ گے اور لڑکی کہتی ہے کہ اگر تم نے یہ وعدہ نہ کیا تو میں پانی میں غوطہ لگا دُوں گی اور دوبارہ اُبھرنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ چودھری خوف زدہ ہو کر چلّا اُٹھتا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے گاؤں کا کوئی آدمی تم دونوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ خدا کے لئے تم سوہنی مہینوال کا قصّہ تازہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آئندہ نسلیں مجھے تمہارے قتل کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ چودھری ڈھول کی رسّی پکڑ لیتا ہے لیکن منجدھار کے قریب پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے یہ تینوں آن کی آن میں کئی گز نیچے چلے جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں گاؤں کے کئی اور جوان اُن کی مدد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن اُن کی مدد قبول کرنے سے پہلے اُن سے بھی یہ وعدہ لیتے ہیں کہ وہ گاؤں کے اندر اور باہر ثقافتی مظاہروں کی مخالفت نہیں کریں گے — قصّہ مختصر اُنہیں بڑی مشکل سے دریا سے باہر نکالا جاتا ہے۔ ہیرو ڈھول کے شکنجے سے باہر نکلنے کے بعد اپنے حواس درست کرتے ہی اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ثقافت کی اہمیت کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز تقریر کرتا ہے۔ چودھری کے دل

پر اس تقریر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اسی وقت اپنے ایک نوکر کو حکم دیتا ہے کہ تم بھاگ کر گاؤں سے ایک نیا ڈھول لے آؤ۔ ہم اپنے گاؤں کے ہیرو اور ہیروئن کو بچانے کی خوشی میں ایک نئی زندگی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب چودھری کا آدمی ڈھول لے کر آ جاتا ہے تو دریا کے کنارے ایک عظیم ثقافتی مظاہرہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہیرو ڈھول بجاتا ہے اور نوجوان بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ چودھری کچھ دیر جھجکتا ہے لیکن بالآخر ناچ میں شریک ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ناچتے گاتے ایک جلوس کی شکل میں اپنے گاؤں کا رُخ کرتے ہیں۔ گاؤں کا مولوی مسجد سے نکل کر یہ منظر دیکھتا ہے تو اپنا سر پیٹ لیتا ہے۔ اس کے بعد ثقافت کو زندہ کرنے کی تحریک سارے علاقے میں پھیل جاتی ہے اور رجعت پسند مولوی گاؤں چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور چودھری اُس کی جگہ ایک ترقی پسند مولوی کو لے آتا ہے۔ چند دن بعد ہیرو اور ہیروئن کی شادی ہو جاتی ہے اور علاقے کے تمام چودھری دولہا اور دلھن کے لئے سارنگیوں، طبلوں، ڈھول اور چمٹوں کے تحائف لے کر آتے ہیں۔ کہانی کا اختتام اِس طرح ہو گا کہ ہیرو اور ہیروئن بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کی سلور جوبلی کے موقع پر اِس گاؤں میں ایک بین الاقوامی ثقافتی مظاہرہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں سازندے، رقاص اور گویّے اپنے کمالات کے مظاہرے کرتے ہیں۔ ملک کے طول و عرض سے جمع ہونے والے لاکھوں تماشائی ہیرو کے گھر کی ایک کوٹھڑی میں جا کر اُس پرانے ڈھول کی زیارت کرتے ہیں جس کے اندر پھنس کر اُس نے دریا میں غوطے کھائے تھے۔

عـ۱۰ : ونڈر فل کامریڈ! ونڈر فل! لیکن میں تمہاری اصلاح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تم یہ کہتے ہو کہ جب چودھری ہیروئن کی مدد کے لئے دریا میں کودتا ہے تو ڈھول میں پھنسا ہُوا ہیرو انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے مطالبات پیش کرتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ ڈھول میں جکڑے ہوئے انسان کو تین فٹ پانی کے اندر بھی اپنا ہوش

نہیں رہتا اور دریا کے اندر تو باتیں کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ دریا اگر خشک نہیں تھا تو تمہارے ہیرو کو آنکھ جھپکنے میں ڈوب جانا چاہیئے تھا۔ ہیروئن خواہ کتنی اچھی پیراک کیوں نہ ہو ڈھول میں جکڑے ہوئے ہیرو کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

ر۔ ۹ : کامریڈ! میں نے اپنی کہانی کا ایک سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ اس میں رنگ بھرتے وقت میں پوری حقیقت پسندی سے کام لینے کی کوشش کروں گا۔ مثلاً تمہاری اُلجھن دُور کرنے کے لئے میں یہ اضافہ کر سکتا ہوں کہ دریا میں ایک شہتیر بہتا آرہا ہے اور لڑکی ایک ہاتھ سے ڈھول کی رسّی اور دوسرے ہاتھ سے شہتیر پکڑ لیتی ہے ـــ ابھی میں نے یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ اس کہانی کا اختتام کیسا ہوگا۔ ممکن ہے کہ میں اُسے زیادہ مؤثر بنانے کے لئے ٹریجڈی میں بدل دُوں۔ ٹریجڈی کی صورت میں آخری سین یہ ہوگا۔ کہ ہیرو ڈوب جاتا ہے اور گاؤں کے لوگ ہیروئن کو دریا سے نکال لیتے ہیں لیکن وہ اس صدمے سے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہے۔ لوگ ہیرو کی لاش کو دریا سے نکال کر کنارے پر دفن کر دیتے ہیں اور لڑکی گاؤں واپس جانے کی بجائے وہیں ڈیرا ڈال دیتی ہے۔ اپنے محبوب کی قبر پر ناچنے اور گانے کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں۔ چودھری اس کی حالت پر ترس کھا کر اُسے قبر کے ساتھ ایک کُٹیا تعمیر کر دیتا ہے لوگ ہیرو کی قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور لڑکی کو نذرانے پیش کرتے ہیں۔ پھر ہر سال وہاں ایک باقاعدہ میلہ لگتا ہے جس میں شاندار ثقافتی مظاہرے ہوتے ہیں۔

ر۔ ۱۰ : کامریڈ! اس مسئلہ پر ہم بعد میں بحث کریں گے کہ اس کہانی کا انجام کامیڈی ہونا چاہیئے یا ٹریجڈی۔ سر دست تمہارے لئے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ تم اس لڑکی کے کردار کا اچھی طرح مُطالعہ کر لو جس کی سرگزشت سے متاثر ہو کر تم یہ کہانی لکھنا چاہتے ہو۔ میری مُراد رشیماں سے ہے۔ اگر رشیماں تمہیں یہ بتانے پر آمادہ ہو جائے کہ ایک دیہاتی رومان کی ہیروئن کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے تو تم اس کہانی کو بیحد دلچسپ بنا

سکو گے۔ اِس سفر میں ہمیں یہ تلخ تجربہ ہو چکا ہے کہ ہم نے فلموں میں جو دیہاتی رومان دیکھے ہیں اُن کا حقیقی زندگی کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر تم نے حقیقت نگاری سے کام نہ لیا تو تمہارا ناول ناچ اور گانے کی حمایت میں ایک گھٹیا قسم کا پراپیگنڈا پمفلٹ بن کر رہ جائے گا اور اس کے خلاف دیہاتی لوگوں کا ردِّ عمل اسی قدر شدید ہو گا جتنا کہ آج ہم نے اپنے بھنگڑا ناچ کے خلاف دیکھا ہے۔ ناول کو مؤثر بنانے کے لئے تمہیں یہ ثابت کرنا ہو گا کہ تم دیہاتی زندگی سے پُوری واقفیت رکھتے ہو اور یہ باتیں تمہیں رشیاں سے زیادہ اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ دیہاتی رومان کس طرح پروان چڑھتے ہیں ـــ وہ تمہارے ساتھ کافی مانوس ہو چکی ہے۔ اگر تم ذرا ہوشیاری سے کام لو تو اس سے انتہائی کارآمد معلُومات حاصل کر سکتے ہو۔ ان معلُومات کے ساتھ تمہاری کہانی جس قدر دلچسپ ہو گی اُسی قدر ثقافت کے پراپیگنڈا کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو گی۔ تمہارا اوّلین مقصد رشیاں کے جذبات کی صحیح تصویر پیش کرنا ہے۔ بچپن میں وہ اپنے مستقبل کے متعلق کیا سوچتی ہے۔ جوانی میں وہ کس قسم کے سپنے دیکھتی ہے۔ جب پہلی بار ایک نوجوان نے اُس کی طرف گھُور کر دیکھا تھا تو اُس کا ردِّ عمل کیا تھا۔ اُس نے مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا یا بھاگ کر کسی کالی ڈانگ والے بھائی کو مدد کے لئے بُلا رہی تھی۔ وہ پہلی مُلاقات میں ہی کُھل گئے تھے یا کئی مُلاقاتوں کے بعد بھی ایک دُوسرے کو اپنے دل کا حال بتانے سے اجتناب کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ رشیاں سے اس قسم کی معلُومات حاصل کرنے کے بعد تم اپنی کہانی بے حد دلچسپ بنا سکو گے اور یہ کہانی جس قدر دلچسپ ہو گی اُسی قدر کامیابی کے ساتھ تم ثقافت کا پروپیگنڈا کر سکو گے۔

۹۔ : بھئی تم نے پُورے جوش و خروش کے ساتھ تقریر شروع کر دی ہے اور وہ لوگ ساتھ والے کمرے میں سو رہے ہیں۔

(رشیاں ساتھ والے کمرے سے نمودار ہوتی ہے اور کامریڈ بدحواس ہو کر اُس کی طرف

دیکھتے ہیں)۔

رشیماں: مَیں سو نہیں رہی تھی بلکہ تمہاری باتیں سُن رہی تھی۔

رحم ۹: تشریف رکھیئے کامریڈ رشیماں! اگر تمہیں ہماری باتوں سے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو ہم اُسے دُور کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں اپنے ساتھی کو بتا رہا تھا کہ مَیں نے ایک کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور میرے اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ میں دُنیا کے سامنے تمہارا کردار پیش کرنا چاہتا ہُوں۔ میں اس مُلک کے رجعت پسندوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے جس سیلاب کا بند کھولا ہے وہ اُن کے دقیانوسی خیالات کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ اب رات گزر چکی ہے اور ایک نئی صبح کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

رشیماں: جی رات تو ابھی آدھی بھی نہیں گزری۔ تم سیدھی بات کہو کہ مَیں بے وقوف یا پاگل ہُوں۔

رحم ۹: کامریڈ! میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ تم بے وقوف ہو۔

رشیماں: اب مُکرنے کی کوشش مت کرو۔ تم اپنے ساتھی کو یہ سمجھا رہے تھے کہ مجھے بُرے بھلے کی تمیز نہیں۔ میں پاگلوں کی طرح رات کے وقت اکیلی کھیتوں میں ناچا کرتی تھی۔ گاؤں کا چودھری میرے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا اور مَیں کسی ڈھول بجانے والے مشٹنڈے کے پیچھے بھاگتی پھرتی تھی۔ آخر میں نے امام دین کا کیا بگاڑا تھا کہ اُس نے میرے متعلق اس قسم کی افواہیں اُڑانی شروع کر دی ہیں۔ رات کے وقت سرسوں کے کھیت میں ایک پاگل کے سوا کون ناچ سکتا ہے۔ ناچنا اور گانا ہمارا پیشہ ہے لیکن یہ پیشہ کسی مشٹنڈے کو خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ یہ کتنا جھوٹ ہے کہ میں رات کے وقت کھیتوں میں کسی آوارہ آدمی سے باتیں کیا کرتی تھی۔ تم یہ کہہ رہے تھے کہ مَیں اُسے بچانے کے لئے دریا میں کُود پڑی تھی حالانکہ دریا ہمارے گاؤں سے کوسوں دُور ہے۔

۱۰ع : کامریڈ ریشماں! آپ تشریف رکھیں ہم آپ کے ساتھ اطمینان سے بات کریں گے۔
(ریشماں ذرا ایک طرف ہوکر بیٹھ جاتی ہے)۔

کامریڈ ریشماں: میرا ساتھی ایک ناول یعنی کہانی لکھ رہا ہے اور ہر ناول یا کہانی کے بعض واقعات فرضی ہوتے ہیں۔ تمہیں اس بات پر خفا نہیں ہونا چاہیئے۔

ریشماں: اگر تمہارا مقصد مجھے بدنام کرنا ہوتا تو میں اعتراض نہ کرتی۔ ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن تم ہمارے ساتھ ایک شریف آدمی کو کیوں بدنام کرتے ہو۔

۹ع : وہ شریف آدمی کون ہے جسے ہم نے بدنام کیا ہے۔

ریشماں: چودھری نُور دین اور کون ؟ تم یہ کہہ رہے تھے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اِنکار کر دیا تھا۔ میں حیران ہُوں کہ امام دین کو ایسی افواہیں اُڑانے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہُوں کہ جب تک میں وہاں تھی چودھری نُور دین نے میری طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ہماری گلی سے بھی کبھی نہیں گزرتا تھا۔ بیس بائیس سال کی عمر میں اُس کی بیوی فوت ہوگئی تھی اور علاقے کے ہر اچھے خاندان سے اُسے رشتہ مِلتا تھا لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بیوی لاکھوں میں ایک تھی۔ اُسے فوت ہوئے تین سال ہو چکے ہیں لیکن اُس نے ابھی تک دوسری شادی نہیں کی۔ اُسے صرف اپنے اکلوتے بچےّ کے ساتھ دلچسپی ہے جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے۔ میں سچ کہتی ہُوں کہ اُس نے میری طرف گھُور کر بھی نہیں دیکھا۔

۱۰ع : کامریڈ ریشماں: ہمارا مقصد تمہاری عزّت افزائی ہے، چودھری نُور دین کی توہین نہیں ہم دُنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم عام لڑکیوں سے مختلف ہو۔ تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے تم بڑی سے بڑی قربانی دے سکتی ہو اور

اِس سے بڑی قربانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمہاری زندگی میں دو آدمی آتے ہیں۔ ایک وہ غریب نوجوان ہے جو محبّت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لوگ اُسے حقیر سمجھتے ہیں لیکن تم اپنی زندگی کے اعلیٰ اور ارفع مقاصد کی تکمیل کے لیئے اُس کی رفاقت ضروری سمجھتی ہو ۔۔۔ دوسرا چودھری نُور دین جو اپنی دولت کے بَل بوتے پر تمہیں ہر طرح کا آرام و عیش مہیّا کر سکتا ہے۔ لیکن تم اُسے خاطر میں نہیں لاتیں۔

ریشماں : یہ بالکل جھُوٹ ہے۔ تم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میں بالکل بیوقوف ہُوں۔ خدا کے لیئے میرا مذاق نہ اُڑاؤ۔ میں سچ کہتی ہُوں کہ چودھری نُور دین نے میری طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

۹ : کامریڈ! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے یقین ہے کہ چودھری نُوردین صبح شام تمہارے دروازے پر کھڑا رہتا اور تمہیں پہروں گھُور گھُور کر دیکھتا تو بھی تم اس غریب نوجوان کو ترجیح دیتیں جو اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود رقص اور موسیقی کے ساتھ لگاؤ رکھتا تھا۔

ریشماں : میں اُس کے سر پر جُوتے بھی نہ مارتی۔ اگر نُور دین میری طرف صرف ایک نظر دیکھ لیتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اپنا گاؤں چھوڑنے پر مجبُور نہ کر سکتی۔

۹ : تم اس کے گھر کی چار دیواری میں ایک قیدی کی زندگی بسر کرنا قبول کر لیتیں ؟

ریشماں : میں اُس کے صحن میں جھاڑو دیتے وقت بھی یہ محسوس کرتی کہ میں ایک مہارانی ہُوں۔

۱۰ : یہ غلط ہے ریشماں! تم وہاں کبھی خوش نہ رہتیں۔ ایک آرٹسٹ کے لیئے زندگی کی سب سے بڑی نعمت آزادی ہے اور تم ایک عظیم آرٹسٹ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ذہن پر ابھی تک رجعت پسندی کا قبضہ ہے۔

ریشماں : (بھرائی ہوئی آواز میں) میں ایک عورت ہوں۔ ایک بے بس ڈُوم کی بیٹی ہونے کے باوجود میں ایک عورت ہُوں (ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھُپا کر سسکیاں لیتی ہے)

۱۰ : کامریڈ ریشماں ! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر چودھری نور دین واقعی تمہارے لئے اپنے گھر کے دروازے کھول دے تو تم اُس سے یہ مطالبہ نہیں کروگی کہ اگر تم میری رفاقت چاہتے ہو تو تمہیں آرٹ اور کلچر یعنی ناچ اور گانے کی مہم میں میرا ساتھ دینا پڑے گا۔

ریشماں : تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں شیطان کی بیٹی ہوں اور میرا کام لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنا ہے ؟

۹ : نہیں نہیں! میرا مطلب یہ نہیں ریشماں ! بات دراصل یہ ہے کہ تم نے کبھی اپنا نفسیاتی تجزیہ نہیں کیا۔

ریشماں : وہ کیا ہوتا ہے ؟

۹ : میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ تم کیا چاہتی ہو۔ تم ایک فن کار ہو اور تمہیں اپنے فن یعنی گانے بجانے سے محبت ہے لیکن بدقسمتی سے تم نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جہاں اس مقدس فن کو بے حیائی سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے تم ایک ذہنی اُلجھن میں مبتلا ہو۔ کبھی تم پر رجعت پسند سوسائٹی کا خوف سوار ہوتا ہے تو تمہارا دل اس فن کے خلاف نفرت سے بھر جاتا ہے اور کبھی تم ایک حقیقی آرٹسٹ کی نگاہوں سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتی ہو تو تمہیں اپنے فن کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے ۔

ریشماں : میں ہمیشہ یہ سوچتی ہوں کہ میں ایک ڈوم کی بیٹی ہوں اور مجھے صرف اپنا پیٹ پالنے کے لئے ناچنا پڑتا ہے اور ہر آدمی خواہ وہ بھانڈ ہی کیوں نہ ہو میرا مذاق اُڑا سکتا ہے ۔

۹ : کامریڈ ریشماں ! مجھے افسوس ہے کہ تمہارے دل میں ابھی تک ایک آرٹسٹ کی رُوح بیدار نہیں ہوئی ۔ ورنہ نور دین کے گھر میں جھاڑو دینے کی بجائے تمہاری یہ خواہش

ہوتی کہ وہ رمضان کی طرح طبلے اور ہارمونیم اُٹھا کر تمہارے ساتھ پھرتا ہو۔

ریشماں : میں ایک ڈوم کی لڑکی ہونے کے باوجود ایک شریف آدمی کی ذلت اور رسوائی برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر نور دین صرف ایک بار میری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ لیتا تو میں ساری عمر گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلتی۔ میں اپنے طبلوں اور ہارمونیم کو آگ لگا دیتی۔

۱۰ : کامریڈ ریشماں! مَیں تمہارا شکر گزار ہُوں کہ تمہاری باتوں نے میرے ساتھی کو ایک ناول لکھنے کی تکلیف سے بچا لیا ہے۔ لیکن اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم چودھری نور دین کو جا کر یہ بتائیں کہ ریشماں تمہاری ایک نظرِ عنایت کے بدلے اپنے ہارمونیم اور طبلوں کو آگ لگانے کے لئے تیار ہے تو وہ کیا محسوس کرے گا۔

ریشماں : وہ جوتے مار کر تمہارا سر گنجا کر دے گا۔

۱۰ : (اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے) اُف! اب ایک بجنے والا ہے۔ اب ہمیں سونا چاہیئے۔ لیٹ کر لحاف اُوپر لے لیتا ہے۔ ریشماں اُٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

۹ : ریشماں! میرے ساتھی کا مقصد تمہاری دل آزاری نہ تھا۔ لیکن اُسے بات کرتے وقت یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ریشماں : لیکن مجھے تمہاری باتوں سے زیادہ تکلیف ہوئی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ مجھے رُسوا کرنے سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

۹ : میرا خیال تھا کہ میری کہانی تمہاری شہرت اور عزت میں اضافہ کرے گی۔ لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ تم شہرت اور عزت کو رُسوائی سمجھتی ہو۔ بیٹھ جاؤ! میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہُوں۔

ریشماں : (بیٹھتے ہوئے) اگر تم نے پھر میرا مذاق اُڑایا تو مَیں بے عزتی کروں گی۔

۹ : میں نے پہلے بھی تمہارا مذاق نہیں اُڑایا تھا۔ میں تم سے یہ پُوچھنا چاہتا ہُوں کہ تمہاری

سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔ کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ تم ایک کامیاب آرٹسٹ بنو۔

ریشماں: وہ کیا ہوتی ہے؟

ر۔ ۹: میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ناچنے اور گانے کے فن میں کمال حاصل ہو اور لوگ تمہارے قدموں پر سونے اور چاندی کے انبار لگا دیں۔

ریشماں: تم نے پھر واہیات باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ ہمیں اس دھندے سے دو وقت کی روٹی مل جائے۔

ر۔ ۹: مجھے افسوس ہے کہ ایک عظیم فن کار ہونے کے باوجود تمہارے عزائم اس قدر پست ہیں۔ سچ کہو ریشماں! تم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتیں کہ تمہیں اپنے فن کی بدولت دو وقت کا کھانا مل جائے؟

ریشماں: میں بہت کچھ چاہتی ہوں لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میری ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔

ر۔ ۹: یہی میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ خواہشات کیا ہیں؟

ریشماں: میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا ہو جو میرے گھر کے دروازے پر پہرا دے سکے۔ جو مجھے یہ کہے کہ ریشماں! مجھے تمہارا یہ پیشہ پسند نہیں۔ میں تمہیں عزت کی روٹی دینے کے لئے مزدوری کروں گا اور اپنا خون اور پسینہ ایک کر دوں گا لیکن تمہیں لوگوں کے سامنے ناچنے اور گانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ جب تم میرا مذاق اڑا رہے تھے تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ کاش کوئی میری عزت کا نگہبان ہوتا اور تمہارا گلا دبوچ دیتا۔

(صحن کی طرف سے کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور رمضان آستینیں چڑھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ ریشماں بدحواس ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ رمضان ایک ثانیہ کے لئے رک کر کامریڈ ۹ کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ثقافت کے

ساز و سامان سے لدی ہوئی دونوں سائیکلیں اُٹھا کر صحن میں پھینک دیتا ہے۔ ۹ ے
سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ ۱۰ بدحواسی کی حالت میں اُٹھ کر بیٹھ
جاتا ہے۔ جھنڈو آنکھیں ملتا ہوا ساتھ والے کمرے سے نمودار ہوتا ہے۔ رمضان ایک
ہاتھ سے ۹ کا بازو پکڑتا ہے اور دوسرا ہاتھ اُس کی گردن پر ڈال کر اُسے صحن کی طرف دھکیلنا
شروع کر دیتا ہے۔

۱۰ : (اُٹھ کر رمضان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) کامریڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ دیکھو ہم تمہارے
مہمان ہیں۔

ریشماں : رمضان! تم کیا کر رہے ہو ؟ ہوش سے کام لو۔

جھنڈو : شرم کرو رمضان! لوگ کیا کہیں گے (آگے بڑھ کر ۹ کو چھڑانے کی کوشش کرتا
ہے۔ رمضان ۹ کو دھکا دے کر گرا دیتا ہے)۔

جھنڈو : (رمضان کو گریبان سے پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے) رمضان! پاگل نہ بنو۔
مجھے بتاؤ کیا بات ہوئی ہے ؟

رمضان : چچا! ریشماں سے پوچھو۔

جھنڈو : کیوں ریشماں! کیا بات ہے ؟

ریشماں : کچھ نہیں بابا! رمضان ابھی کہیں سے آیا ہے اور اُس نے آتے ہی لڑائی
شروع کر دی ہے۔

رمضان : (اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے) میں یہیں تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ریشماں کو میری
ضرورت پڑے گی۔

ریشماں : (قدرے نرم ہو کر) تم اپنے گھر نہیں گئے ؟

رمضان : نہیں۔

جھنڈو : تم اس سردی میں باہر کھڑے رہے ہو۔

رمضان: تمہیں اس سے کیا کہ میں کھڑا تھا یا بیٹھا ہوا تھا۔

ریشماں: تم ہمارے دروازے پر کھڑے پہرا دے رہے تھے؟

رمضان: نہیں، میں کتاب لکھ رہا تھا۔

جھنڈو: آخر بات کیا ہوئی ہے؟

رمضان: کچھ نہیں۔

جھنڈو: پھر تم اس قدر لال پیلے کیوں ہو رہے ہو؟

رمضان: چچا جھنڈو! مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ بھانڈ اور بہروپیے بھی ریشماں کے ساتھ مذاق کرنے لگ جائیں۔ میں آج تمہارے ساتھ آخری فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔

جھنڈو: کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہو؟

رمضان: میں آپ کے ساتھ بات کرنے سے پہلے کچھ ریشماں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

ریشماں: کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے؟

رمضان: ریشماں! میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے نہیں آیا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے لوگوں کے سامنے تمہارا ناچنا اور گانا پسند نہیں۔ میں تمہیں اِس ذلت سے بچانے کے لئے مزدوری کروں گا۔ میں لکڑیاں اور گھاس بیچوں گا۔ میں تمہارے لئے اپنا خون اور پسینہ ایک کر دوں گا۔ میں کپڑے دھو سکتا ہوں۔ میں تھوڑا سا درزی کا کام بھی جانتا ہوں۔ میں ہل بھی چلا سکتا ہوں۔ میں تمہارے دروازے پر پہرا دے سکتا ہوں۔

ریشماں: تم اتنی دیر باہر سردی میں بیٹھے رہے؟

رمضان: میں تمہارے ساتھ مذاق کرنے والوں کا گلا گھونٹ سکتا ہوں۔

ریشماں: تم نے مجھ سے کمبل یا لحاف مانگ لیا ہوتا۔

رمضان: (جھنڈو سے) چچا جھنڈو! میں ریشماں کو روٹی اور کپڑا دے سکتا ہوں۔ سوکھی

روٹی اور معمولی کپڑا۔

ریشماں : (رمضان سے) سردی کے باعث تمہارے ہونٹ نیلے ہو رہے ہیں۔

رمضان : چچا! تم نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

جھنڈو : (ریشماں سے) ریشماں! رمضان کیا کہہ رہا ہے؟

(ریشماں لجا کر رمضان کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر آگے بڑھ کر جھنڈو کے کان میں کچھ کہتی ہے اور بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے)۔

رمضان : (پریشان ہوکر) چچا! سچ کہو ریشماں کیا کہتی ہے؟

جھنڈو : (رمضان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے) وہ یہ کہتی ہے کہ تم بہت بے وقوف ہو۔ لیکن میں تمہاری سُوکھی روٹی اور معمولی کپڑا قبول کرتی ہوں۔

ننا : ونڈر فل! ونڈر فل! (تالی بجاتا ہے)

رمضان : تم کس بات پر تالی بجا رہے ہو؟

ننا : میرے دوست! ہر ڈرامے کے اختتام پہ تالی بجائی جاتی ہے اور اس ڈرامے کا آخری سین بہت دلچسپ ہے۔ میں تمہیں مُبارکباد پیش کرتا ہوں۔

رمضان : مجھے تمہاری مُبارکباد کی ضرورت نہیں۔ میں ریشماں کے ساتھ تمہاری باتیں سُن چکا ہوں۔

جھنڈو : رمضان! اب ان لوگوں کے ساتھ تمہاری لڑائی ختم ہو جانی چاہیئے۔ یہ تمہیں مبارکباد دے رہے ہیں۔

ننا : ہاں بھائی رمضان! ہم تمہاری خوشی میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔

رمضان : (اپنی جیب سے ایک روپے کا نوٹ نکال کر ننا کو پیش کرتے ہوئے) لو بھائی صاحب! صبح جانے سے پہلے تمہیں مٹھائی بھی مل جائے گی۔

۱۰ : شکریہ! لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔
رمضان : دیکھو بھائی! بدشگونی نہ کرو۔ جب تم ہماری شادی پر آؤ گے تو میں تمہیں خوش کر دوں گا (نوٹ ۱۰ کی جیب میں ڈال دیتا ہے)۔
جھنڈو : رمضان! اب تم گھر جا کر آرام کرو۔
رمضان : نہیں چچا! یہیں ٹھہروں گا۔ مجھے صبح انہیں موٹر پر سوار کرانا ہے۔
جھنڈو : لیکن تمہیں یہاں تکلیف ہوگی۔
رمضان : آپ جا کر سو جائیں چچا! مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔
جھنڈو : میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اب تم ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرو گے۔
رمضان : میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا چچا! لیکن اگر انہوں نے ریشماں کے ساتھ کوئی واہیات بات کی تو میں برداشت نہیں کروں گا۔
۱۰ : بھائی رمضان! تم اطمینان رکھو ہم کوئی بات نہیں کریں گے۔ اب اگر تمہاری اجازت ہو تو اپنی سائیکلیں اندر لے آئیں۔
رمضان : اس وقت تمہاری سائیکلیں اُٹھانے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ تم انہیں صحن میں پڑا رہنے دو! (فرش پر لیٹ کر اپنا کمبل اُوپر لے لیتا ہے۔ جھنڈو اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے اور کامریڈ ۹ اور ۱۰ بھی اپنے اپنے بستر پر لیٹ جاتے ہیں) +

نواں منظر

(رمضان زور زور سے خرّاٹے لے رہا ہے۔ ساتھ کے کمرے سے جھنڈو کے خرّاٹے سنائی دے رہے ہیں۔ م۹ اور م۱۰ اپنے اپنے لحاف سے منہ نکال کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر یکے بعد دیگرے اُٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں)۔

م۱۰: (دبی زبان سے) کامریڈ! میں حیران ہوں کہ نیند کی حالت میں انسان اتنا شور کیسے مچا سکتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمرے کی چھت گر پڑے گی۔

م۹: یہ خوشی کی نیند ہے میرے دوست!

م۱۰: اچھا یہ بتاؤ اب تمہارا پروگرام کیا ہوگا؟

م۹: اس وقت میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے خرّاٹے تھوڑی دیر کے لئے بند ہو جائیں اور مجھے چند گھنٹے سونے کا موقع مل جائے۔ اس کے بعد میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوگی کہ میں بخیر و عافیت یہاں سے نکل کر اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم نے اس سفر میں ذہنی اور جسمانی اذیتوں کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا۔ میں حیران ہوں کہ ریشماں جیسی ترقی پسند لڑکی اس لال بجھکّڑ پہ کیسے فریفتہ ہو سکتی ہے۔

ع ۱۰ : آہستہ بات کرو کامریڈ ! ابھی ابھی یہ لال بھبکڑ تم سے اپنی جسمانی برتری کا لوہا منوا چکا ہے ——— اور یہ ریشماں ترقی پسند نہیں بلکہ پرلے درجے کی رجعت پسند ہے۔

ع ۹ : مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ وہ رمضان کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔

ع ۱۰ : مجھے اب اس کی خوشی اور غم کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف یہ محسوس کرتا ہوں کہ اپنی منزل کے راستے میں ہم نے جو چراغ دیکھا تھا وہ بجھ چکا ہے۔ ہم نے رمضان کے ہاتھوں شکست کھائی ہے اور اس کی وجہ تمہاری جلد بازی تھی۔

ع ۹ : میں نے کیا جلد بازی کی ہے ؟

ع ۱۰ : تم اپنے ناول کا پلاٹ سنانے کے لئے بے تابی کا مظاہرہ نہ کرتے تو ریشماں اور رمضان اتنی جلدی ایک دوسرے کی طرف مائل نہ ہوتے اور اس گھر میں ثقافت کا جھنڈا اس طرح سرنگوں نہ ہوتا۔

ع ۹ : کامریڈ ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے ہماری مدد کی ہے اور دیہاتی ثقافت کے متعلق ہماری خوش فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ ورنہ یہ یقینی تھا کہ تم اس گاؤں کے جھنگڑا ناچ کی طرح کوئی اور حماقت کر بیٹھتے اور ہمارے لئے اپنی جانیں بچانا مشکل ہو جاتا۔ اب ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ اب ہم پوری خود اعتمادی کے ساتھ کامریڈ الف دین اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے اس دعویٰ کی تردید کر سکیں گے کہ ہم ناچ گانے کے حق میں چند نعرے بلند کر کے عوام کو اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں۔

ع ۱۰ : بھئی میری تمام غلط فہمیاں تو اسی وقت دور ہو گئی تھیں جب انہوں نے مجھے ڈھول کے اندر پھنسا کر نہر کی طرف ہانک دیا تھا۔

ع ۹ : کامریڈ ! خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ڈھول سے نجات مل چکی ہے۔ میرے خیال میں ہمارے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ہم ثقافت کے باقی لوازمات سے بھی نجات حاصل کر لیں۔

اور واپسی کا سفر شریف آدمیوں کی طرح کریں۔

۱۰ : بھائی میرے لئے یہ سامان کچھ کم تکلیف دہ نہیں۔ لیکن اگر ہم یہ ہارمونیم، چمٹا اور گھنگھرو یہاں پھینک جائیں تو کامریڈ الف دین اور پارٹی کے دوسرے ممبروں کو کیا جواب دیں گے۔

۹ : انہیں مطمئن کرنے کے لئے یہ جوتا دکھا دینا کافی ہوگا۔

دسواں منظر

(دن کے وقت کامریڈ ۹، ک۱۰ کو جھنجھوڑ کر جگاتا ہے اور ک۱۰ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے)۔

ک۹ : بھئی اُٹھو! اب تو دس بج گئے ہیں۔

ک۱۰ : (اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے) وہ لوگ کہاں ہیں؟

ک۹ : وہ باہر دُھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ک۱۰ : ارے تمہیں پاجامہ مل گیا؟

ک۹ : ہاں بھئی! اس وقت رمضان ہمارے حال پر بہت مہربان ہے۔ اب لاہور کے لئے موٹر آنے والی ہے۔ تم تیار ہو کر باہر آجاؤ۔ وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔

(اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ صحن میں ایک کھجور کی چٹائی پر جھنڈو اور ریشماں بیٹھے ہوئے ہیں اور رمضان ایک سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ طبلوں کی جوڑی باندھنے میں مصروف ہے)۔

ک۹ : بھائی یہ کیا کر رہے ہو؟

رمضان : تم اپنا ڈھول گنوا آئے ہو اور ہم اس کے عوض تمہیں یہ طبلے دینا چاہتے ہیں۔

۹ ےـ: بھئی تمہارا شکریہ لیکن ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔
رمضان: بھئی ہم ان کی کوئی قیمت نہیں مانگیں گے۔ یہ ہمارا تحفہ ہے۔ اگر تمہارے پاس
ہارمونیم نہ ہوتا تو ہم اپنا ہارمونیم بھی تمہیں دے دیتے۔
۹ ےـ: لیکن ...... ؟
رمضان: لیکن ویکن کچھ نہیں بھائی! ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں طبلوں کی ضرورت ہے اور ہم
آج سے گانے بجانے کا کام چھوڑ چکے ہیں۔ تم ہمارے لئے بہت اچھا شگون ثابت
ہوئے ہو۔ میں تمہارے لئے مٹھائی لاتا ہوں۔
(رمضان باہر نکل جاتا ہے۔ ۹ ےـ آگے بڑھ کر سائیکلوں پر لدا ہوا سازوسامان اتارنا
شروع کر دیتا ہے۔
جھنڈو: برخوردار تم کیا کر رہے ہو؟ یہ طبلے ہم تمہیں اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔
۹ ےـ: چچا ہم یہ سازوسامان یہیں چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے ہمیں اپنی خوشی سے طبلوں کا
تحفہ دیا ہے اور ہم آپ کو اپنا ہارمونیم اور چمٹا پیش کرنا چاہتے ہیں۔
جھنڈو: لیکن ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ ہم نے آج سے گانے بجانے کا پیشہ
ترک کر دیا ہے۔
۹ ےـ: ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں چچا جھنڈو! ہم نے بھی آج سے توبہ کر لی ہے۔
رشیداں: تم نے گانے بجانے سے توبہ کر لی ہے؟
۹ ےـ: ہاں!
رشیداں: تم کیا کرو گے؟
۹ ےـ: اب ہم رجعت پسندی کی حمایت میں تقریریں کیا کریں گے۔
جھنڈو: وہ کیا ہوتی ہے؟
۹ ےـ: رجعت پسندی ثقافت کی بدترین دشمن ہے اور اس کا سب سے خطرناک اور مہلک

ہتھیار یہ دیسی ساخت کا جوتا ہے جسے ہم اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔

ریشماں : تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن سچ کہو تم گانے بجانے کے بغیر گزارا کر سکو گے ؟

۹ : کاش ! میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کر سکتا کہ گانا بجانا ہمارا پیشہ ہے۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آئے گا لیکن میں قسم کھا کر کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر میں ہر ہفتے ایک ڈھول خرید کر پھاڑ ڈالوں یا ہر مہینے ایک ہارمونیم خرید کر توڑ ڈالوں تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔

جھنڈو : اگر تم اتنے آسودہ حال ہو تو اس طرح مارے مارے کیوں پھرتے ہو ؟

۹ : یہ ایک ایسا راز ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔

جھنڈو : تمہاری کوئی بات بھی تو ایسی نہیں جو میری سمجھ میں آسکے۔ لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تم بھوکے نہیں مرو گے۔

۹ : میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو یقین ہے کہ ریشماں اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے گی۔

جھنڈو : کون سے فیصلے پر ؟

۹ : میرا مطلب ہے کہ ریشماں ایک فن کار ہے اور یہ آزادی کے دن دیکھ چکی ہے۔ اب اس نے اچانک رمضان کے ساتھ گمنامی اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے ڈر ہے اس کی قید میں اس کے تمام حوصلے اور ولولے سرد ہو کر رہ جائیں گے۔

جھنڈو : برخوردار ! ہر لڑکی کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب اسے شوہر کے گھر کی قید آزادی کے مقابلے میں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔

۹ : لیکن چچا ! یہ ضروری نہیں کہ ہر شوہر اتنا رجعت پسند ہو کہ بیوی آزادی کے ساتھ سانس

بھی نہ لے سکے۔ اگر آپ جلد بازی سے کام نہ لیتے تو ممکن تھا کہ ریشماں کو کوئی بہتر ساتھی تلاش کرنے کا موقع مل جاتا۔

جھنڈو: تمہارے خیال میں بہتر ساتھی کی پہچان کیا ہے؟

۹: میرے خیال میں ریشماں کے لئے بہتر ساتھی ایک ایسا نوجوان ہو سکتا ہے جو اُس کے دل کی دھڑکن سُن سکتا ہو۔ اُس کی آزادی کا احترام کرتا ہو۔ جسے ناچ اور گانے کے فن میں اُس کے کمالات دیکھ کر رُوحانی خوشی محسُوس ہوتی ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ریشماں کو اُس کے آرٹ کے قدر دانوں کی محفل میں ہنستے کھیلتے دیکھے تو جل بھُن کر کباب نہ ہو جائے اور جب ریشماں کسی ثقافتی شو میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کرنے کے بعد گھر واپس آئے تو وہ اس قسم کے سوالات کی بوچھاڑ نہ کر دے کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ وہاں کس قماش کے لوگ جمع تھے؟ یہ نئی گھڑی تم نے کہاں سے لی ہے؟ تم کس کی موٹر میں بیٹھ کر گھر آئی ہو؟

ریشماں: تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ میرا شوہر بالکل اُلّو ہونا چاہیئے۔

۹: ارے آپ ناراض ہو گئیں؟

ریشماں: مجھے تم سے نفرت ہے (منہ پھیر لیتی ہے۔ ۱۰ کمرے سے نمودار ہوتا ہے۔)

۱۰: بھئی اب چلو!

جھنڈو: نہیں برخوردار! تھوڑی دیر انتظار کرو۔ رمضان تمہارے لئے مٹھائی لینے گیا ہے۔

۱۰: نہیں نہیں، ہمیں دیر ہو رہی ہے (اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) چلو کامریڈ!

جھنڈو: بہت اچھا۔ تمہاری مرضی! (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ۹ بھی اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے)

۱۰: (ریشماں سے) کامریڈ ریشماں! خدا حافظ۔ (ریشماں گھُور کر اُس کی طرف دیکھتی ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں دیتی۔ ۱۰ کھسیانا ہو کر جھنڈو کی طرف دیکھتا ہے)۔

۹: چلو کامریڈ! (۹ اور ۱۰ چل پڑتے ہیں اور جھنڈو اُن کے ساتھ صحن سے باہر نکلتا

ہے۔ گلی میں جھنڈو یکے بعد دیگرے اُن کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے)۔

جھنڈو: (ر ۹ سے مخاطب ہو کر) برخوردار! میں اب تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور یہاں میری کوئی عزت نہیں۔ اگر میں رشیاں کے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فیصلہ بھی کر دیتا تو یہاں مجھے طعنہ دینے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن میں ایک باپ ہوں اور ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی اولاد عزت کی زندگی بسر کرے۔ رمضان کے متعلق مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ رشیاں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن رشیاں کو اُس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ تھا۔ جب میں نے تمہیں سڑک پر دیکھا تھا تو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ شاید اب رشیاں کے لیئے اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ رشیاں کے خیالات مجھے معلوم تھے۔ وہ چند مرتبہ سینما دیکھنے کے بعد کافی بے وقوف بن گئی تھی۔ وہ بہت ضدی ہے اور مجھے ڈر تھا کہ اگر تم اُسے ورغلانے میں کامیاب ہو گئے تو میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔

ر ۹: چچا جھنڈو! اگر آپ ہمیں اِس قدر ذلیل سمجھتے تھے تو ہمیں اپنے گھر کیوں لائے تھے؟

جھنڈو: اِس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مجھے رمضان کے متعلق بھی یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ چھ ماہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمارے ساتھ پھر رہا ہے۔ لیکن رشیاں کے متعلق اُس نے کبھی کھُل کر کوئی بات نہیں کی۔ جب وہ تمہیں دیکھ کر پریشان ہوا تھا تو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ شاید اب وہ کھُل کر بات کرنے پر مجبور ہو جائے۔ تمہیں اپنے گھر لے جانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ مجھے اِس بات کا حوصلہ آ گیا تھا۔ یقین تھا کہ تم کوئی واہیات حرکت کر بیٹھو گے اور یہ معاملہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

ر ۹: میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کوئی واہیات حرکت نہیں کی۔

جھنڈو: برخوردار! میں نے رات کے وقت تمہاری ساری باتیں سُنی تھیں۔

ر ۹: اور آپ کو معلوم تھا کہ رمضان بھی صحن میں کھڑا ہماری باتیں سُن رہا ہے؟

جھنڈو : ہاں مجھے یقین تھا کہ وہ گھر نہیں جائے گا۔

ر ۹ : ریشیاں کو بھی یہ معلوم تھا کہ وہ باہر کھڑا ہے ؟

جھنڈو : ہرگز نہیں۔

ر ۱۰ : اچھا چچا جھنڈو! یہ تو بتایئے کہ میرے ساتھی نے کونسی واہیات بات کی تھی ؟

جھنڈو : تمہارا ساتھی تمہیں جو کہانی سُنا رہا تھا وہ ساری کی ساری واہیات تھی۔ اگر اُسے ریشیاں کے خیالات سے تھوڑی بہت واقفیت ہوتی تو اُسے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ وہ عاشق نوجوان لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور اُسے یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے لچھن اچھے نہیں لگتے، اِس کے گلے میں رسّا ڈالو۔ ورنہ میں اِس کے ساتھ شادی کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ میں اُسے دو وقت کی رُوکھی سُوکھی روٹی اور کپڑا دے سکتا ہوں اور میں اس بات کی تہہ دل سے لیتا ہوں کہ یہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے گی، چرخہ کاتے گی اور جھاڑو دیا کرے گی۔

ر ۹ : اور تم اس بات پر خوش ہو جاتے ؟

جھنڈو : مجھے کیا خوش ہونا تھا۔ میں نے تو تمہیں دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ریشیاں کے لئے موزوں نہیں ہو۔ لیکن اگر تم اِس قسم کی باتیں کرتے تو ریشیاں یقیناً بے وقوف بن جاتی۔ برخوردار! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔

ر ۹ : چچا جھنڈو! تم نے ایک آرٹسٹ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ تم بہت رجعت پسند ہو۔

جھنڈو : (ہنستے ہوئے) اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں تو تم غلطی پر ہو۔ میں اپنے وقت میں تم دونوں سے زیادہ بے وقوف تھا۔ میں نے تمام وہ کام کئے ہیں جو تم کرنا چاہتے ہو۔ (قہقہہ لگاتا ہے) ر ۹ اور ر ۱۰ بدحواس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر جلدی سے اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو کر بھاگ

نکلتے ہیں۔ جھنڈو کچھ دیر توقّف کے بعد صحن میں داخل ہوتے ہیں اور ریشماں جو دروازے کے ساتھ کھڑی ہے بھاگ کر کھاٹ پر جا بیٹھتی ہے۔

جھنڈو : ریشماں! خدا کا شکر ہے کہ تمہیں جلد ہی سمجھ آگئی۔ وہ تو بالکل اُلّو تھے۔

ریشماں : بابا! وہ اپنا سامان یہاں کیوں چھوڑ گئے ہیں؟

جھنڈو : بیٹی! یہ ایک ایسی بات ہے جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔

ریشماں : بابا! وہ کوئی شرارت تو نہیں کریں گے ہمارے ساتھ؟

جھنڈو : شرارت! وہ کیا شرارت کر سکتے ہیں۔ ہم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟

ریشماں : بابا! ہم اُن کا سامان اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے۔

(رمضان کاغذ میں مٹھائی لئے داخل ہوتا ہے)۔

رمضان : وہ کہاں گئے؟

جھنڈو : بیٹا وہ چلے گئے۔

رمضان : لیکن ان کا سامان یہاں پڑا ہے۔

جھنڈو : وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس سامان کی ضرورت نہیں۔

رمضان : یہ اُن کی بدمعاشی ہے چچا! وہ اپنا سامان لینے کے بہانے دوبارہ یہاں آکر آپ کو پریشان کریں گے۔

جھنڈو : بیٹا! تم اطمینان رکھو مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔

رمضان : تو پھر یہ سامان چوری کا ہوگا۔ یہ لوگ یقیناً ہمیں کسی مصیبت میں پھنسائیں گے۔

جھنڈو : وہ ابھی اڈے پر نہیں پہنچے ہوں گے۔

رمضان : میں ابھی یہ سامان پہنچا کر آتا ہوں۔ (جلدی سے ہارمونیم، طبلے، چمٹا وغیرہ اُٹھا لیتا ہے)۔

جھنڈو : بیٹا! یہ طبلے رہنے دے۔ ہم کسی اور کو دے دیں گے۔

رمضان : نہیں چچا! (بھاگتا ہوا باہر نکل جاتا ہے) ✦

گیارھواں منظر

سڑک کے کنارے موٹروں کے اڈے پر ایک بس کھڑی ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر ایک وکیل کا مُنشی اخبار پڑھ رہا ہے۔ ڈرائیور کے پیچھے ایک طرف کامریڈ ع۹ اور منا بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ایک عمر رسیدہ دیہاتی اور اس کی بیوی تشریف فرما ہیں۔ ع۹ کھڑکی سے سر نکال کر باہر جھانک رہا ہے اور اس کے پیچھے تیسری سیٹ پر ایک سکول ماسٹر بیٹھا ہوا ہے۔ موٹر کی باقی تمام سیٹیں بھی مُسافروں سے بھری ہوئی ہیں۔ عمر رسیدہ دیہاتی جو اپنی بیوی کے ساتھ منا کے بائیں ہاتھ بیٹھا ہوا ہے ایک ہاتھ میں بوسیدہ سا حُقّہ تھامے ہوئے ہے۔

دیہاتی: (چند کش لگانے کے بعد حُقّے کی نَے منا کی طرف بڑھاتے ہوئے) لو بابُو جی حقّہ پیو!

منا: جناب شکریہ! میں حقّہ نہیں پیتا۔

وکیل کا منشی: (مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے) بھئی احتیاط کرنا کہیں موٹر کو آگ نہ لگا دینا۔

دیہاتی: منشی جی! آپ فکر نہ کریں (حقّے کی نَے دوبارہ اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے۔)

کلینر: (پیچھے سے موٹر کا دروازہ بند کرتے ہوئے بلند آواز میں) چلو جی!

ے۹ : (رنا کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے) کامریڈ! ادھر دیکھو خدا اُسے غرق کرے وہ ہمارے سامان کے علاوہ اپنے طبلوں کی جوڑی بھی اٹھائے بھاگا آرہا ہے۔

ے۱ : (آگے جُھک کر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے) کون آرہا ہے؟

ے۹ : ابے یار! وُہی رمضان۔

(ڈرائیور ہارن بجا کر انجن سٹارٹ کرتا ہے۔ رمضان ہانپتا ہوا بس کے قریب پہنچتا ہے)۔

رمضان : ٹھہرو جی ٹھہرو!

ڈرائیور : بھئی جلدی سے بیٹھ جاؤ۔

کلینر : چلو جی! ہمارے پاس جگہ نہیں ہے۔

رمضان : بھئی مجھے جگہ کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ سامان پہنچانے آیا ہُوں۔

ڈرائیور : کِس کا سامان؟

رمضان : یار! لاہور کے دو مُسافر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں۔

کلینر : چلو جی! یہ خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے۔

رمضان : (کھڑکی کے قریب آکر کامریڈ ے۹ اور ے۱ کی طرف دیکھتے ہوئے) ڈرائیور صاحب ٹھہرو! وہ یہیں ہیں (ے۹ سے) یہ اپنا سامان لے لو جی!

ے۹ : بھئی ہم اپنی خوشی سے یہ چیزیں تمہیں دینا چاہتے ہیں۔

رمضان : یہ مہربانی کسی اور پر کرو جی!

ے۱ : دیکھو بھئی رمضان! ہمیں اس سامان کی ضرورت نہیں۔ اسے واپس لے جاؤ!

رمضان : (سامان نیچے رکھ کر کھڑکی کے ساتھ منہ لگاتے ہوئے دبی زبان سے) دیکھو جی! بھلے مانسوں کی طرح اپنا سامان لے لو۔ ورنہ میں سب کو بتا دوں گا۔

ے۹ : کیا بتا دو گے؟

رمضان : (سرگوشی کے انداز میں) میں یہ بتادوں گا کہ تم چوری کا مال چچا جھنڈو کے گھر پھینک کر بھاگ آئے ہو۔

مسافر ۹ : یہ جھوٹ ہے اور یہ طبلے تو ہمارے ہیں بھی نہیں۔

رمضان : طبلے تو خیر ہم نے دئیے ہیں لیکن باقی سامان کے متعلق جھوٹ سچ ابھی ظاہر ہو جائیگا۔ تھانہ یہاں سے بالکل قریب ہے۔

(کامریڈ بدحواس ہو کر ایک دُوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ بس چل پڑتی ہے)

رمضان : یار ذرا روکو موٹر کو (جلدی سے ہارمونیم اور چمٹا اُٹھا کر مسافر ۹ کی گود میں پھینک دیتا ہے۔ اتنی دیر میں موٹر چند قدم آگے نکل جاتی ہے۔ رمضان مڑکر طبلے اُٹھاتا ہے اور بھاگ کر یکے بعد دیگرے موٹر کے اندر پھینکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک طبلہ کھڑکی کے راستے مسافر ۱ کی گود میں جا گرتا ہے لیکن دوسرا اس سے پیچھے دوسری کھڑکی کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسکول ماسٹر کے سر سے ٹکراتا ہوا ایک دیہاتی کے پاؤں میں جا گرتا ہے۔ اسکول ماسٹر اپنا سر سہلاتا ہوا غضب ناک ہو کر باہر دیکھتا ہے۔ دوسرے مسافر قہقہے لگاتے ہیں)

ماسٹر : اندھا، خبیث، بدمعاش! ڈرائیور موٹر کو روکو۔ میں اُسے پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔

کلینر : (آگے بڑھ کر) جناب! جانے دیجئے۔ یہ کوئی پاگل ہے۔

(اسکول ماسٹر کے ساتھ بیٹھا ہوا مسافر جھک کر نیچے سے طبلہ اُٹھاتا ہے اور مسافر ۱ کی گود میں رکھ دیتا ہے۔ مسافر ۹ اپنی گود میں پڑا ہوا سامان اُتار کر نیچے رکھ دیتا ہے)۔

حقّہ پینے والا دیہاتی (مسافر ۱ سے) بھائی صاحب! تم بھی یہ طبلہ نیچے رکھ دو۔ یہاں کسی کی شادی پر آئے تھے؟

(مسافر ۱ غصّے کی حالت میں ایک طبلہ اُٹھاتا ہے اور کھڑکی کے راستے باہر پھینک دیتا ہے۔ مسافر قہقہہ لگاتے ہیں)۔

دیہاتی : (اپنے حقّے کی نَے ایک طرف کرتے ہوئے) بھائی تم سچ مچ پاگل ہو۔

(مسافر ۱ دوسرا طبلہ اُٹھاتا ہے لیکن دیہاتی جلدی سے اُٹھ کر اُس کے ہاتھ پکڑ لیتا ہے)۔

دیہاتی : ارے یار! کیا کر رہے ہو تم؟ اِس طرح تو کوئی پاگل بھی اپنا نقصان نہیں کرتا۔

مسافر ۱ : باباجی! یہ طبلے ہمارے نہیں۔ وہ ہمارے ساتھ مذاق کرتا تھا۔

دیہاتی : کون مذاق کرتا تھا؟

مسافر ۱ : ارے یار وہی جس نے یہ سامان کھڑکی سے اندر پھینک دیا تھا۔ چھوڑو اِسے......

دیہاتی : بھئی اگر وہ پاگل تھا تو تم ہی ہوش سے کام لو۔

کلینر : ارے بابا! لڑتے کیوں ہو؟

دیہاتی : ارے یار! کون لڑتا ہے۔ میں تو اِسے طبلہ باہر پھینکنے سے روک رہا ہوں۔

(زور سے جھٹکا دے کر طبلہ چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ طبلہ مسافر ۱ کی گرفت سے نکل کر حقّے کے ساتھ ٹکراتا ہے اور حقّے کی چلم دیہاتی کی بیوی کے پاؤں میں گر پڑتی ہے)۔

عورت : ہائے میں مر گئی۔ میں جل گئی (مسافر شور مچاتے ہیں۔ دیہاتی اور کلینر سیٹ کے نیچے بکھرے ہوئے انگاروں کو مسلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈرائیور مسافروں کے شور سے بدحواس ہو کر پیچھے دیکھتا ہے۔ موٹر کے سامنے ایک ٹرک آجاتا ہے)۔

وکیل کا منشی : ارے! ارے! بچو!

(ڈرائیور سڑک کی طرف دیکھتا ہے اور ٹرک کے بالکل قریب اسٹیرنگ گھما کر بس کا رُخ بدل دیتا ہے۔ بس سڑک سے اُتر جاتی ہے۔ ڈرائیور بریک لگاتا ہے اور بس چند چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کو روندنے کے بعد ایک کیکر کے درخت کے ساتھ ٹکرا کر رُک جاتی ہے۔ ڈرائیور نیچے اُتر کر موٹر کا معائنہ کرتا ہے اور چند مسافر بھی نیچے اُتر کر موٹر کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں)۔

وکیل کا منشی : بھئی زیادہ نقصان تو نہیں ہوا؟

ڈرائیور : منشی جی! ایک بتی ٹوٹ گئی۔ مڈگارڈ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ خبر نہیں آج صبح اُٹھتے

ہی میں نے کس منحوس کا منہ دیکھا تھا۔

اسکول ماسٹر: (۹ اور ۱۰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھائی ان سے زیادہ منحوس اور کون ہو سکتا ہے؟

۹: دیکھئے صاحب! آپ ہماری ہتک کر رہے ہیں۔

اسکول ماسٹر: بیٹا! میں جانتا ہوں تم کون ہو۔

ڈرائیور: (کلینر سے) یار تم کیا دیکھ رہے ہو، پچھلا پہیہ بدل ڈالو۔ اس کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔

ایک مسافر: بھئی خدا کا شکر ہے کہ ہماری جانیں بچ گئی ہیں (۹ اور ۱۰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ دونوں تو بھلا تھے ہی پاگل، لیکن اس بڈھے سے پوچھو کہ موٹر میں حقے کی چلم بھر کر سوار ہونا کہاں کی شرافت ہے۔

حقّے والا: دیکھو جی! منہ سنبھال کر بات کرو۔ اگر حقے کی چلم گری ہے تو اس سے میری بیوی کے پاؤں جلے ہیں۔ تمہیں اس سے کیا تکلیف ہوئی ہے۔

مسافر: اگر موٹر کو آگ لگ جاتی تو؟

حقّے والا: بھئی تم میری چلم پر اعتراض کرتے ہو۔ لیکن ان سے کچھ نہیں کہتے جو طبلے اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔

۱۰: بھئی تم خواہ مخواہ ہر بات میں ٹانگ پھنساتے ہو۔ تمہارا ان طبلوں سے کیا تعلق تھا؟

حقّے والا: (وکیل کے منشی سے) دیکھو منشی جی! آج کل کسی کے ساتھ نیکی کرو تو وہ شکر گزار ہونے کی بجائے اُلٹا بال نوچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اسکول ماسٹر: ڈرائیور صاحب! ان دونوں کو اُتار دو۔ ورنہ تمہاری موٹر کی خیر نہیں۔

۱۰: دیکھو جی! تم زیادتی کر رہے ہو۔

ماسٹر: واہ بھئی واہ! اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ طبلوں کے ساتھ موٹر کے اندر والی بال تم

کھیل رہے تھے اور زیادتی میں کر رہا ہوں۔

منشی : بھائی! لڑو نہیں (منا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے) بھائی صاحب! میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ طبلوں کے ساتھ آپ کی خفگی کی وجہ کیا تھی ؟

منا : بھائی صاحب! یہ طبلے ہمارے نہیں تھے۔

منشی : بھئی ہو سکتا ہے کہ یہ طبلے تمہارے نہ ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تم انہیں دیکھ کر اتنے بدحواس کیوں ہو گئے تھے۔ ان طبلوں کے ساتھ کوئی ایسا راز ضرور ہے جسے تم چھپانا چاہتے ہو۔ میں گذشتہ بیس سال سے کئی وکیلوں کے ساتھ کام کر چکا ہوں اور میں اپنے تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کسی خطرناک الجھن میں مبتلا ہیں۔ کیوں ڈرائیور صاحب! آپ بھی کافی عرصہ سے موٹر چلا رہے ہیں آپ نے کبھی کسی مسافر کو بلا وجہ اپنا سامان موٹر سے باہر پھینکتے دیکھا ہے ؟

ڈرائیور : (غور سے انجن کی طرف دیکھتے ہوئے) منشی جی! آپ انہی کے ساتھ باتیں کریں میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔

۹ر : (منا سے دبی زبان میں) دوست! یہاں سے بھاگو۔ یہ منشی صاحب تو ہماری جان کھا جائیں گے۔ ڈرائیور صاحب! ہماری سائیکلیں اُتروا دیجیے۔

منشی : کیوں جی! کیا بات ہے ؟

۹ر : کوئی بات نہیں جناب! ہم نے اپنا پروگرام بدل لیا ہے۔

منشی : بھائی! آپ کو پروگرام بدلنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے وکیل صاحب بہت ہوشیار ہیں۔ وہ گرفتاری سے پہلے تمہاری ضمانت کروا دیں گے۔

۹ر : ہمیں گرفتار کرنے والا کون ہے جی ؟

منشی : بھائی! ہم نے یہ نہیں کہا کہ تم سچ مچ گرفتار ہو رہے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی خطرہ درپیش ہے تو تمہیں بھاگنے کی بجائے قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیئے۔

ماسٹر: منشی جی! انہیں جانے دو۔ ورنہ راستے میں ہماری خیر نہیں۔

منشی: ماسٹر جی! چلتی موٹر سے طبلے پھینکنا کوئی جرم نہیں۔ آپ ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ یہ موٹر سے اُتر جائیں۔ میں بیس سال سے قانون کی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔

ماسٹر: جناب وہ قانون کی کونسی کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسافر کے پاس طبلے ہوں تو وہ دوسروں کے سر پھوڑ سکتا ہے۔

ایک مسافر: ماسٹر جی! اگر کسی نے باہر سے طبلہ پھینک کر آپ کا سر توڑنے کی کوشش کی ہے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔

ماسٹر: بھائی صاحب! وہ ان کا ساتھی یا رشتہ دار تھا۔ ورنہ لوگ یونہی کسی کے پاس اپنا سامان چھوڑ کر نہیں بھاگتے۔

۹: (۱۰ کے کان میں) کامریڈ! خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو۔

۱۰: ڈرائیور صاحب! کلینر سے کہئے کہ ہماری سائیکلیں اُتار دے۔

کلینر: بھائی! میں پہیہ بدل رہا ہوں۔ تم خود ہی اُتار لو اپنی سائیکلیں۔

۹: (۱۰ سے) میں اُوپر چڑھ کر تم کو سائیکل پکڑاتا ہوں۔

منشی: بھائی نہیں، سائیکل اُتارنے کی ضرورت نہیں۔ اس موٹر کے تمام مسافر اس بات کی گواہی دیں گے کہ باہر سے ایک آدمی تمہارے احتجاج کے باوجود چلتی موٹر میں یہ سامان پھینک گیا ہے۔

ماسٹر: لیکن ہم اس بات کی بھی گواہی دیں گے کہ انہوں نے چلتی موٹر سے یہ سامان باہر پھینکنے کی کوشش کی تھی اور اس بات کا خاصا امکان تھا کہ یہ موٹر ٹرک کے ساتھ ٹکرا جاتی اور ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچتا۔

منشی: دیکھئے صاحب! اگر آپ اپنے کپڑے اُتار کر چلتی موٹر سے باہر پھینک دیں تو آپ کو کون منع کر سکتا ہے۔

ماسٹر : منشی جی! کپڑے اُتار کر پھینکیں آپ ! میں کوئی پاگل تھوڑا ہوں۔
منشی : ماسٹر جی! آپ خواہ مخواہ بگڑ گئے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ سچ مچ کپڑے اُتار کر پھینک دیں گے۔ میں تو آپ کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ ان کے طبلہ پھینک دینے سے آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ اِنہیں موٹر سے اُتار دینے کا مطالبہ کرنے لگ جائیں۔
ماسٹر : بھائی صاحب! میں نے یہ کب کہا ہے کہ وہ ضرور اُتر جائیں۔ لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے جانا چاہتے ہیں تو آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟
(نمبر ۹ موٹر کی چھت پر چڑھ کر یکے بعد دیگرے دونوں سائیکلیں نیچے لٹکاتا ہے اور نمبر ۱ اُنہیں باری باری پکڑ کر ایک طرف کھڑا کر دیتا ہے۔)
منشی : (ایک سائیکل کے کیریئر کے ساتھ بندھے ہوئے بھاری بھرکم جُوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھائی یہ کیا ہے؟
نمبر ۹ : جناب یہ ایک عدد دیسی جُوتا ہے۔
منشی : یہ تو میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن یہ ہے کس لئے؟
نمبر ۹ : جُوتا کس لئے ہوتا ہے جناب!
منشی : بھئی میں یہ پُوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس جُوتے کا صرف ایک پاؤں کیوں اُٹھائے پھرتے ہیں؟
نمبر ۹ : (نیچے اُترتے ہوئے) یہ ایک تحفہ ہے جناب! (اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) چلو بھائی! (نمبر ۱ بھی اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے)۔
حقے والا : ارے بھائی! کہاں جا رہے ہو؟ اپنا سامان تو لیتے جاؤ (نمبر ۹ اور نمبر ۱ جلدی سے سائیکلوں پر سوار ہو جاتے ہیں)۔
ایک مُسافر : ارے یار! یہ سچ مچ پاگل ہیں۔ اپنی روزی کا سامان یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ اور جُوتا ساتھ لے گئے ہیں۔